عہدِ فاروقیؓ کا نظامِ زکوٰۃ: محاصل و مصارف

* ڈاکٹر حافظ غلام یوسف

توحید و رسالت کی شہادت اور اقامت صلوٰۃ کے بعد زکوٰۃ اسلام کا تیسرا بنیادی رکن ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ، حضرات انبیاء و رُسُل، قیامت، آسمانی کتابوں پر ایمان لانے، اپنے غریب رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کی مالی امداد کرنے کو اَلْبِرّ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اقامتِ نماز کا ذکر ہے۔ یعنی نیکی و تقویٰ کے ارکان جہاں ایمان اور نماز ہیں، وہاں اس کے ساتھ محتاجوں کی مالی امداد کرنا بھی ہے(1)۔

اسلامی تعلیمات میں نماز کے ساتھ ساتھ جو فریضہ سب سے اہم نظر آتا ہے وہ زکوٰۃ ہے۔ نماز حقوق اللہ میں سے ہے تو زکوٰۃ حقوق العباد میں سے ہے۔ ان دونوں فریضوں کا باہم لازم و ملزوم اور مربوط ہونا اس حقیقت کو منکشف کرتا ہے کہ اسلام میں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا بھی یکساں لحاظ رکھا گیا ہے۔ قرآن کریم میں اداء زکوٰۃ اور فریضہ زکوٰۃ کے احکامات کا بار بار ذکر کیا گیا ہے، کہیں ایمان باللہ کے ساتھ اور کہیں ذکر آخرت کے ذکر ساتھ، کہیں اقامت صلوٰۃ کے ساتھ اور کہیں مستقل اس کو قانونی دفعہ بنایا گیا ہے۔ قرآن کریم میں بتیس 32 مقامات ایسے ہیں جہاں نماز کا ذکر ہے اس کے متصل زکوٰۃ کا بیان بھی موجود ہے(2)۔ قرآن کریم میں اس مالی عبادت کا ذکر ''زکوٰۃ'' کے علاوہ صدقات، انفاق وغیرہ کے ناموں سے بھی کیا گیا ہے۔

زکوٰۃ نہ معمولی درجہ کی خیرات کا نام ہے اور نہ ہی رضا کارانہ بخشش ہے، بلکہ یہ غرباء کا قانونی حق ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾(3)۔

''اور اُن کے مالوں میں مانگنے والوں اور محرومین کا حصہ مقرر ہے''۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فقہ و اسلامی قانون، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

اسلام یہ نہیں چاہتا کہ دولت، چند ہاتھوں یا کسی گروہ کے قبضہ میں آجائے، یا سوسائٹی میں کوئی ایسا طبقہ پیدا ہو جائے جو دولت کو خزانہ بنا کر اپنے پاس جمع کر لے، بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ دولت ہمیشہ بلا مزاحمت اور مسلسل گردش میں رہے اور ملت کے زیادہ سے زیادہ افراد میں پھیلے اور منقسم ہو۔ مسلم اُمّہ کی معاشی زندگی کے لیے نظام زکوٰۃ بنیادی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ زکوٰۃ کا بنیادی مقصد اسلامی معاشرتی نظام میں احتیاج وافلاس کو کنٹرول کرنا اور اسے جڑ سے ختم کرنا ہے۔

اگر مسلم معاشرہ، ادارۂ زکوٰۃ جیسے سماجی اور معاشی اہم ادارہ کی تعمیر نو کا مشترک مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے، تو قرآنی احکامات اور مستند احادیث سے مہیا کیئے گئے تاریخی حقائق وشواہد سے استفادہ کیئے بغیر ممکن نہیں، اِسی طرح زکوٰۃ سے متعلق معاصر اور قدیم فقہائے کرام کے دلائل اور اُن فقہی آراء کو مدنظر رکھنا ہو گا جو اسلامی انصاف کی روح سے زیادہ مطابقت رکھتی ہوں۔

اسلام نے غربت کے خاتمہ کا جو منصفانہ حل پیش کیا ہے اور جس طرح ضرورت مندوں اور کمزوروں کی کفالت کا نظام قائم کیا، الہامی مذاہب میں یا انسانوں کے بنائے ہوئے مروّجہ قوانین میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اسلام میں انفرادی صدقہ اور خیرات کے ساتھ جو کہ رضا کارانہ طور پر دی جاتی ہے، اجتماعی طور پر زکوٰۃ جمع کرانا اس لئے فرض کیا گیا ہے، کہ تمام زکوٰۃ ایک جگہ جمع کی جائے اور اسلامی حکومت کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ جمع شدہ زکوٰۃ، ضرورت کے مطابق مستحقین میں تقسیم کرے۔ اس طرح زکوٰۃ حاصل کرنے والے کسی کے ممنون احسان بھی نہیں بنیں گے، اُن کی عزت نفس بھی مجروح نہیں ہوگی اور اِن کی نظریں کسی کے سامنے نہیں جھکیں گی۔

جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ زکوٰۃ فرض ہے لیکن زکوٰۃ دینے سے انکار کرتا ہو، تو اس کا شمار باغی مسلمانوں میں سے ہو گا اور اس سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے گی اور اس کے علاوہ اس کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے گی۔ کیونکہ اِس شخص نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر کے بغاوت کے جرم کا ارتکاب کیا ہے (4)۔ اس صورت میں جبکہ زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والا اسلامی حکومت کے زیر سایہ ہو اور اس کی اطاعت سے سرکشی اختیار کرے تو اس کے خلاف جہاد کیا جائے گا، کیونکہ زکوٰۃ فریضۂ اسلام ہے اور اس کی ادائیگی اسلامی حکومت کی اطاعت وفرماں برداری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض قبائل نے جو بظاہر اسلام قبول کر چکے تھے، جو توحید و رسالت کا اقرار کرتے اور نماز پڑھتے تھے لیکن انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منکرین اور مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"یہ لوگ نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرتے ہیں جو اللہ اور رسول کے دین اور اسلام کی اساسی فکر سے انحراف اور ارتداد ہے"(5)۔

زیر نظر مقالہ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی کے نظام زکوٰۃ کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ حضرت عمرؓ کے نظام زکوٰۃ سے متعلق گفتگو کرنے سے پہلے، زکوٰۃ سے متعلق چند بنیادی اصطلاحات کی وضاحت پیش خدمت ہے۔

زکوٰۃ کا لُغوی مفہوم

زکوٰۃ: عربی زبان کا لفظ ہے جو کہ کئی ابواب سے آتا ہے، اس کا مادہ "ز ،ک ، ی" ہے جس کے معنی، نیک وصالح اور زکی ہونا، (6) بڑھنا، پاک کرنا، صالح بنانا، زکوٰۃ لینا، زکوٰۃ دینا، نشوونما کرنا، صدقہ ادا کرنا، زیادہ ہونا(7) کسی چیز کا عمدہ حصہ، صدقہ، پاکیزگی، اپنے مال کو پاک کرنے کی غرض سے ایک مخصوص حصہ اللہ تعالیٰ کے نام پر دینا(8)۔ بڑھ جانا، عیش و آرام میں ہونا، ، بڑھانا، افزائش، برکت، مدح وثنا، مال کا وہ مخصوص مقرر حصہ جو اپنے مال کو پاک کرنے کی غرض سے غرباء و مساکین کو بطور تملیک دے دیا جائے(9)۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اَيُّهَا اَزْكىٰ طَعَامًا﴾(10) کونسا ستھرا کھانا ہے۔ قرآن کریم میں اسی طرف اشارہ ہے۔: ﴿خذ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيهِمْ بِهَا﴾(11) اُن کے مال میں سے زکوٰۃ قبول کرلو، کہ اس سے تم ان کو (ظاہر میں بھی) پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے ہو۔ زکوٰۃ اور خیرات کے ذریعہ مال کا نموعمل میں آتا ہے(12)۔

زکوٰۃ کا اصطلاحی مفہوم

فقہائے احناف کے نزدیک زکوٰۃ کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے: اللہ تعالی کی رضاء حاصل کرنے کے لیے،

عاقل، بالغ، آزاد مسلمان کا جو نصاب زکوٰۃ کا مالک ہو، اُس نصاب زکوٰۃ پر سال گزرنے کے بعد مال کے ایک مخصوص حصہ کا کسی ایسے مسلمان محتاج کو مالک بنا دینا، جس کا تعلق بنو ہاشم سے نہ ہو(13)۔

زکوٰۃ کی فرضیت

علامہ ابن کثیرؒ نے (14) سورۃ مزمل کی آیت ﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ﴾(15) سے استدلال کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کہ صدقہ یا زکوٰۃ کی فرضیت صحیح قول کے مطابق اوائل اسلام ہی میں مکہ مکرمہ کے اندر نازل ہو چکی تھی (16)۔ کیونکہ یہ سورت بالکل ابتدائی وحی کے زمانہ کی سورتوں میں سے ہے اس میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا بھی حکم ہے۔ علامہ طبری نے بھی اسی رائے کو ترجیح دی ہے(17) ہجرت حبشہ کے دوران حضرت جعفرؓ بن اَبی طالب نے نجاشی کے دربار میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کے ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا وَیاْمُرُنا بِالصَّلاۃِ وَالزَّکاۃِ وَالصِّیَام اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت ہجرت سے قبل نازل ہو چکی تھی۔ لیکن بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت ہجرت کے بعد رمضان شریف کی فرضیت سے پہلے 2ھ میں نازل ہوئی (18)۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت 9ھ میں نازل ہوئی، اس کے علاوہ اور بھی کئی اقوال ہیں (19)۔ ملا علی قاریؒ اور علامہ ظفر احمد عثمانیؒ کی تحقیق کے مطابق زکوٰۃ کی فرضیت 2ھ میں ہوئی (20)۔

اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ مکی دَور میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کی فرضیت بھی نازل ہو چکی تھی، البتہ زکوٰۃ کے نصاب اور مصارف سے متعلق تفصیلی احکامات و ہدایات مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں (21)۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

> ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ میں جمعیت واطمینان حاصل ہو گیا اور آپ کے پاس مہاجرین و انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جمع ہوئے اور اسلام کو ایک گونہ استحکام حاصل ہو گیا تو اس وقت زکوٰۃ فرض کی گئی'' (22)۔

علامہ شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں:

> ''نو سال کے بعد جب ملک میں امن وامان کا دور شروع ہوا، اب حصول دولت کے مواقع

حاصل تھے، اس بنا پر زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا اور تحصیل زکوٰۃ کے عمال قبائل مقرر ہوئے‘‘(23)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرزِ عمل

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا آغاز جمادی الثانی 13ھ کو ہوا اور آپ کی شہادت یکم محرم الحرام، 24ھ کو ہوئی۔ آپ کی خلافت کا دوارانیہ دس سال پانچ ماہ اور اکیس دن رہا (24)۔ حضرت عمرؓ کی عظمت کے اپنے اور غیر سب ہی معترف ہیں۔ ملکی و مذہبی انتظامات، علمی کمالات، ذاتی اخلاق و عادات میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔

حضرت عمرؓ اُمت مسلمہ کے سب سے بڑے مجتہد تھے، آپ کی اجتہادی بصیرت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی اکیس (21) ایسی اجتہادی آراء تھیں، (25) جن کی قرآن کریم نے تائید و توثیق کی۔ یعنی ان مسائل میں وحی کا فیصلہ بھی وہی تھا جو حضرت عمرؓ کی اجتہادی رائے تھی۔ آپ کے اجتہادات پر صرف اللہ تعالیٰ کے فرامین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو فوقیت حاصل ہے۔

حضرت عمرؓ کی اجتہادی بصیرت کی شہادت دیتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ جعَلَ الحقَّ عَلٰى لِسانِ عمرَ وَقَلبِهٖ (26)، جبکہ سنن أبي داوٗد میں ہے قالَ رَسُو لُ اللّٰه ﷺ: إِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ الحقَّ عَلٰى لِسانِ عمرَ يَقُوْلُ بِهٖ (27)۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں اللہ تعالیٰ نے فتوحات کے دروازے کھول دیئے اور مملکت اسلامیہ کی حدود دور دور تک پھیل گئیں، یوں جہاد فی سبیل اللہ، مصالح عامہ، دفاعی اور دعوتی ضروریات کے اخراجات میں اضافہ ہوا، تو آپ نے بہت سی مالی و ملکی، سیاسی و انتظامی، معاشرتی و تمدنی اصلاحات تجویز فرمائیں، جنہیں اوّلیات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بیت المال کا قیام باضابطہ طور پر وجود میں آیا۔ زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کار کا باقاعدہ منظّم طریقہ سے رواج دیا اور اُس کے حساب و کتاب کے لئے دفاتر اور اُن میں کام کرنے والے دیانت دار افراد کا تقرر ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ تجارتی گھوڑوں اور غلاموں پر زکوٰۃ مقرر کی گئی۔

حضرت عمرؓ نے زندگی کے تمام شعبوں میں خواہ وہ سیاسی ہوں یا اقتصادی، معاشرتی ہوں یا قانونی ایسی ترقی

پذیر تبدیلیاں کر دیں جو ایک طرف اُمت مسلمہ کی ضرورتوں اور مصلحتوں کو بروئے کار لے آئیں اور دوسری طرف معاشرے کو اسلام کے بنیادی اصولوں سے بھی دور نہ ہونے دیا۔ حضرت عمرؓ نے مختلف علاقوں کے حُکام اور قاضیوں کے نام فرامین و احکام جاری کئے جو آج بھی قانون دانوں اور مالیاتی امور کے ماہرین کے لئے رہنما اصولوں کا کام دیتے ہیں۔ آپ نے ریاست کے لیے ایسے مالی نظام کی بنیاد رکھی جس پر ایک مکمل اور مضبوط اقتصادی نظام کی عمارت استوار ہوگئی۔

زکوٰۃ سے متعلق تمام احکام خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مرتب ہو چکے تھے۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں سابقہ احکام میں جو اضافہ ہوا وہ یہ تھا کہ تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا تھا(28)۔ گھوڑوں پر زکوٰۃ کی وصولی کے بارے میں علامہ شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں ”لیکن اس سے عیاذاباللہ یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ حضرت عمرؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ آنحضرت نے جو الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔ اس سے بظاہر سواری کے گھوڑے مفہوم ہوتے ہیں اور حضرت عمرؓ نے اسی مفہوم کو قائم رکھا۔ آنحضرت کے وقت میں تجارت کے گھوڑے وجود نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے ان کے زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہونے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ بہرحال زکوٰۃ کی مد میں یہ ایک نئی آمدنی تھی اور اول حضرت عمرؓ ہی کے عہد میں شروع ہوئی“ (29)۔

نصاب کی تعریف

نصاب مال کی اُس خاص مقدار کو کہا جاتا ہے جس پر شریعت نے زکوٰۃ فرض کی ہے اور اس مقدار سے کم مال میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔ مثلاً اونٹوں کے لئے پانچ، بکریوں کے لئے چالیس، گائے اور بھینس کے لئے تیس کا عدد، چاندی کے لئے دو سو درہم اور سونے کے لئے بیس مثقال (30)۔

نصاب کی قسمیں

نصاب کی دو قسم ہیں: ایک ”نامی“ یعنی بڑھنے والا مال اور دوسری ”غیر نامی“ یعنی نہ بڑھنے والا مال۔

نصاب نامی اور غیر نامی کی بھی دو دو قسمیں ہیں حقیقی اور تقدیری۔''حقیقی'' کا اطلاق تو تجارتی مال اور جانور پر ہوتا ہے، کیونکہ تجارت کا مال نفع سے بڑھتا ہے اور جانور بچوں کی پیدائش سے بڑھتے ہیں۔''تقدیری'' کا اطلاق سونے اور چاندی پر ہوتا ہے۔ یہ چیزیں بظاہر تو نہیں بڑھتیں لیکن بڑھنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔''نصاب غیر نامی'' کا اطلاق مکانات اور خانہ داری کے اُن اسباب پر ہوتا ہے جو ضرورت اصلیہ کے علاوہ ہوں۔

نامی نصاب اور غیر نامی نصاب میں فرق

نامی نصاب اور غیر نامی نصاب کے درمیان فرق یہ ہے کہ نامی نصاب کے مالک پر تو زکوٰۃ فرض ہوتی ہے نیز اس کے لئے صدقہ فطر دینا اور قربانی کرنا واجب ہوتا ہے۔''غیر نامی نصاب'' کے مالک پر زکوٰۃ تو فرض نہیں ہوتی، مگر اس کے لئے بھی زکوٰۃ، نذر اور صدقات واجبہ کا مال لینا درست نہیں ہوتا۔ نیز اُس پر بھی صدقہ فطر دینا اور قربانی کرنا واجب ہوتا ہے (31)۔

شریعت اسلامیہ نے چار قسم کے مالوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے جن کی تفصیل یہ ہے: اثمان مطلقہ یعنی سونا چاندی، سائمہ مویشی، تجارتی مال، زراعت اور باغات وغیرہ کی آمدنی۔

اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ

اموال ظاہرہ سے مراد مویشی، غلہ، اجناس اور معدنیات وغیرہ کی کانیں اور اموال باطنہ سے مراد، سونا، چاندی، کرنسی اور سامان تجارت ہے (32)۔ عہد رسالت اور حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے ادوار میں ہر قسم کے اموال کی زکوٰۃ سرکاری سطح پر وصول کی جاتی تھی (33)۔ اس مبارک زمانہ میں اموال ظاہرہ اور باطنہ کی کوئی تفریق نہ تھی۔ حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں اموال کی کثرت ہوگئی اور اسلامی فتوحات دور دراز تک پھیل گئیں، تو حضرت عثمان غنیؓ نے محسوس کیا کہ اگر ہر قسم کے اموال کی زکوٰۃ سرکاری طور پر وصول کی گئی تو لوگوں کے پرائیویٹ مکانات، دکانوں اور گوداموں کی تلاشی لینی ہوگی اور ان کے املاک کی چھان بین کرنی پڑے گی، جس سے لوگوں کو تکلیف ہوگی اور ان کے محفوظ شخصی مقامات کی نجی حیثیت مجروح ہوگی جس سے فتنے پیدا ہوں گے اس لئے

حضرت عثمان غنیؓ نے یہ تفریق فرما دی کہ حکومت صرف اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرے گی اور اموال باطنہ کی زکوٰۃ مالکان خود ادا کریں گے۔ لہذا حکومت صرف اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرے گی اس لئے کہ اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرنے میں نہ مذکورہ مضرت و پریشانی لاحق ہوتی ہے اور نہ حساب و کتاب کرنے کے لئے گھروں اور دکانوں کی تلاشی لینی پڑتی ہے (34)۔

سونے کی زکوٰۃ

سونے کا نصاب بیس دینار ہے (جن کا وزن مروجہ اوزان کے اعتبار سے ساڑھے سات تولہ وزن کے برابر ہے)، جس شخص کے پاس بیس دینار سونا ہو تو نصف دینار زکوٰۃ کی مد میں ادا کرنا فرض ہے اور اِس سے زائد مقدار پر ہر چار دینار پر ایک درہم واجب ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے زکوٰۃ وصول کرنے والے عمال کو یہی ہدایات دے رکھی تھیں (35)۔ حضرت عمرؓ نے حضرت اَبوموسی اشعریؓ کو لکھا تھا کہ مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنے زیورات کی زکوٰۃ دیا کریں (36)۔

چاندی کی زکوٰۃ

چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے (جو موجودہ اوزان کے لحاظ سے ساڑھے باون تولہ کے وزن کے برابر ہیں) جس شخص کے پاس صرف چاندی ہو، تو جب تک چاندی کی مقدار دوسو درہم کے برابر نہ ہو اُس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ جب چاندی دوسو درہم کے برابر ہو جائے تو اڑھائی فیصد کے حساب سے پانچ درہم زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔ دوسو درہم سے جب زائد ہو جائے بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ دوسو اتالیس تک پانچ درہم ہی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی جب دوسو چالیس درہم ہو جائیں تو پھر چھ درہم زکوٰۃ واجب ہوگی۔ ان فقہاء کی رائے کے مطابق ہر چالیس پر زکوٰۃ ادا کرنی ہوتی ہے اور چالیس سے کم پر زکوٰۃ معاف ہے اِسی طرح پھر دوسو اسی درہم پر زکوٰۃ ہے ، دوسو اکتالیس سے دوسو نواسی تک زکوٰۃ فرض نہیں ہے (37)۔ جبکہ دوسرے فقہاء کی رائے یہ ہے کہ دوسو درہم سے جتنے بھی درہم زائد ہوں گے ان پر بھی اڑھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ فرض ہوگی (38)۔

حضرت عمرؓ کی ہدایات

حضرت عمرؓ نے حضرت اَبوموسیٰ اشعریؓ کو حکم دیا تھا کہ مسلمان تاجروں سے دوسو درہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ کی مد میں وصول کیا کرو(39)۔ حضرت عمرؓ نے حضرت اَبوموسیٰ اشعریؓ کو یہ حکم بھی دیا تھا دوسودرہم سے زائد ہونے کی صورت میں ہر چالیس میں سے ایک درہم زکوٰۃ وصول کرنا(40)۔ حضرت انسؓ فرماتے کہ حضرت عمرؓ نے مجھے عراق کے بعض علاقوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ مسلمان تاجروں سے دوسو درہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ کی مد میں وصول کرنا اور دوسودرہم سے زائد ہونے کی صورت میں ہر چالیس میں سے ایک درہم زکوٰۃ وصول کرنا(41)۔

مویشیوں (سائمہ جانور) کی زکوٰۃ کے احکام

اُن مویشیوں کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہوتی ہے جو سال کا اکثر حصہ چراگاہوں میں مفت چرتے ہوں (ایسے جانوروں کو سائمہ کہا جاتا ہے) اور نسل کشی یا تجارت کے لیے پالے جائیں۔ اگر نسل کشی کے لیے پالے جائیں تو مویشیوں کی زکوٰۃ کے نصاب کے حوالے سے زکوٰۃ ادا کی جائے اور اگر تجارت کے لیے ہوں تو مال تجارت کے لحاظ سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ غیر سائمہ جانور جنہیں گھر پر چارہ کھلایا جاتا ہو یا چراگاہوں میں مفت چرانے کی اجازت نہ ہو یا بار برداری کے لیے ہوں تو اُن پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی اونٹ اور گائے وغیرہ جو کام کاج کی غرض سے پالیں جائیں اُن پر زکوٰۃ نہیں ہے(42)

حضرت عمرؓ نے یہ شرط عائد کررکھی تھی کہ صرف اُن مویشوں کی زکوٰۃ وصول کی جائے جو سائمہ ہوں، اور زکوٰۃ وصول کرنے والے عُمال کو اس بات کا پابند بناتے تھے کہ جانوروں کی زکوٰۃ وصول کرتے وقت یہ دیکھیں کہ یہ جانور سائمہ ہیں یا غیر سائمہ؟، سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ وصول کی جائے اور غیر سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ وصول نہ کی جائے۔

اونٹوں کی زکوٰۃ

حضرت عمرؓ نے زکوٰۃ وصول کرنے والے عُمّال کو تفصیلی ہدایات اور احکامات جاری کیے تھے جس سے مویشوں کی زکوٰۃ کی وصولی وغیرہ سے متعلق رہنمائی ملتی ہے۔ محدثین نے حضرت عمرؓ کا تفصیلی حکم نامہ ذکر کیا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

اما بعد: چوبیس اونٹوں تک ہر پانچ اونٹوں کے بدلے ایک بکری وصول کی جائے، جب اونٹوں کی تعداد پچیس ہو جائے تو پھر پینتیس اونٹوں تک ایک سالہ اونٹنی (اِبْنَۃُ مخاض) وصول کی جائے اگر اونٹنی نہ ہو تو دو سالہ اونٹ (ابن لبون) وصول کیا جائے۔ اونٹوں کی تعداد جب پینتیس سے بڑھ جائے تو پینتالیس اونٹوں تک دو سالہ اونٹنی وصول کی جائے، اس سے زیادہ میں ساٹھ اونٹوں تک تین سالہ اونٹنی وصول کی جائے، جب تعداد ساٹھ سے بڑھ جائے تو پچھتر اونٹوں تک چار سالہ اونٹنی وصول کی جائے۔ اِس سے زیادہ نوے اونٹوں تک دو دو سال کی دو اونٹنیاں وصول کی جائیں، جب تعداد نوے سے بڑھ جائے، تو ایک سو بیس تک تین تین سال کی دو اونٹنیاں وصول کی جائیں۔ جب اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس سے بڑھ جائے تو ہر چالیس اونٹوں میں سے دو سالہ اونٹنی اور ہر پچاس میں سے تین سالہ اونٹنی وصول کی جائے (43)۔

بکریوں کی زکوٰۃ

حضرت عمرؓ جب کسی عامل کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے روانہ کرتے تو اُس کو ایک تحریر دے کر بھیجتے جس میں لکھا ہوتا کہ چالیس سے کم بکریوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ البتہ جب بکریوں کی تعداد چالیس یا چالیس سے زائد ہو جائے تو درج ذیل شرح کے مطابق زکوٰۃ وصول کی جائے۔

سائمہ (سائمہ سے مراد وہ جانور ہوتے ہیں جو زیادۃ تر جنگل وغیرہ میں مفت چرتے ہوں) بکریوں کی تعداد جب چالیس ہو جائے تو ایک سو بیس تک ایک بکری وصول کی جائے ، اور اس سے زیادہ میں دو سو تک دو بکریاں، جب تعداد دو سو سے بڑھ جائے تو تین سو تک تین بکریاں اور پھر جب تعداد تین سو سے بڑھ جائے تو ہر سو بکریوں پر ایک بکری وصول کی جائے۔ زکوٰۃ وصول کرتے وقت نہ بکرا لیا جائے ، اور نہ ہی عیب دار اور بوڑھی بکری لی جائے جو مویشی جدا ہوں زکوٰۃ وصول کرنے کی نیت سے انہیں اکٹھا نہ کیا جائے اور نہ ہی الگ الگ مویشوں کو جمع کیا جائے (44)

زکوٰۃ کی وصولی کے وقت عمدہ اور ناقص جانور لینے کی ممانعت

مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کی زکوٰۃ سے متعلق تفصیلی احکامات تحریر کرائے تھے، لیکن اُن احکامات کو عمال زکوٰۃ کے حوالے نہ کر سکے، کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے، جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق عُمال زکوٰۃ کو ہدایات جاری فرمائیں۔ اُن احکامات میں اس بات کی صراحت کی گئی تھی، کہ جب عامل زکوٰۃ وصول کرنے جائے تو زکوٰۃ کے جانوروں کو سب سے پہلے تین حصوں میں اس طرح تقسیم کر دے، سب سے عمدہ، درمیانے اور گھٹیا جانور، پھر سب سے عمدہ اور گھٹیا جانور مالک کو دے، اور درمیانے درجے کے جانوروں سے زکوٰۃ وصول کی جائے (45)۔

حضرت عمرؓ نے عمال کو یہ ہدایات دے رکھی تھیں کہ جانوروں کی زکوٰۃ وصول کرتے وقت اِس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ اعلیٰ اور عمدہ جانور زکوٰۃ کی مد میں وصول نہ کیا جائے بلکہ درمیانے درجے کا جانور وصول کیا جائے۔ زکوٰۃ وصول کرنے والے جب زکوٰۃ وصول کرنے جائیں، تو جانوروں کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا کریں اُن میں جانوروں کا مالک ایک حصہ اپنے لیے منتخب کر لے ، زکوٰۃ وصول کنندہ باقی دو حصوں میں سے زکوٰۃ وصول کرے (46)۔ زکوٰۃ وصول کنندہ بوڑھا، کانا، لنگڑا اور بہت کمزور جانور زکوٰۃ مد میں وصول نہ کرے، اِسی طرح اُن جانوروں کو بھی نہ لیا جائے جو گوشت کھانے، یا دودھ کے لیے پالے گئے ہوں۔ اور نسل کشی کے نروں کو بھی زکوٰۃ کی مد میں وصول نہ کیا جائے، گابھن جانور یا جس جانور نے ابھی بچہ دیا ہو اُسے بھی زکوٰۃ کی مد میں وصول نہ

کیا جائے، ہاں اگر مالک خوشی سے دینا چاہے تو پھر کوئی حرج نہیں (47)۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ کی ملاقات حضرت سعدؓ سے ہوئی اور اُن سے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا جہاد پر جانے کی نیت سے جا رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی یعلی بن اُمیہؓ کے پاس واپس جاؤ، کیونکہ حق کو بروئے کار لانا سب سے بہترین جہاد ہے۔ تم یعلی بن اُمیہؓ سے کہو کہ جب تم جانوروں کی زکوٰۃ وصول کرنے لگو تو اچھے اخلاق، حسن عمل اور جانوروں کے مالک کے ساتھ حسن سلوک کو فراموش مت کرنا!۔ زکوٰۃ کے جانوروں کو سب سے پہلے تین حصوں میں تقسیم کر لینا، پھر مالک کو اختیار دینا وہ ان میں سے ایک حصہ اپنے لیے منتخب کر لے، اور پھر باقی ماندہ دو حصوں میں سے تم زکوٰۃ کے جانور چھانٹ لینا (48)۔

بکریوں کے چھوٹے بچے اور زکوٰۃ

حضرت عمرؓ نے عمال کو ہدایات دے رکھی تھیں کہ بکریوں کے بچوں کو بکریوں کی تعداد میں شمار کیا جائے لیکن زکوٰۃ میں بکریوں کے بچے وصول نہ کئے جائیں۔ حضرت سفیان بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اُنہیں زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے ایک علاقہ پر مامور فرمایا۔ تو وہ بکریوں کے بچوں کو بھی شمار کرتے تھے، لوگوں نے اعتراض کیا آپ زکوٰۃ وصول کرنے کی غرض سے بچوں کو شمار تو کرتے ہیں لیکن زکوٰۃ کی مد میں بچے نہیں لیتے؟ ان لوگوں نے حضرت عمرؓ کے ہاں آ کر شکایت کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہاں ہم بچوں کو گنتے ہیں بلکہ بکری کے اُس چھوٹے بچے کو بھی شمار کرتے ہیں جسے چرواہے اٹھائے پھرتے ہوں۔ البتہ زکوٰۃ کی مد میں ہم بکری کے بچے نہیں لیتے اور نہ دودھ دینے والی بکری لیتے ہیں، اِسی طرح گابھن بکری، اور نر بکرا کو بھی نہیں لیتے، بلکہ ایک سال یا دو سال کی درمیانی مدت کی بکری زکوٰۃ کی مد میں وصول کرتے ہیں جو نہ بچہ ہو، نہ بہت بوڑھی ہو اور نہ بہت عمدہ اور موٹی تازی ہو (49)۔

گائے کا نصاب

تیس سے کم سائمہ گایوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، جب تیس گائے ہو جائیں، تو گائے کا ایک سالہ بچہ

(جسے تبیعہ کہا جاتا ہے) زکوٰۃ میں دینا فرض ہے۔ پھر اکتیس سے انتالیس تک تبیعہ کے علاوہ اور کچھ بھی واجب نہیں۔ پھر جب چالیس گائے ہوجائیں، تو گائے کا دوسالہ بچہ (جسے مُسِنّہ کہا جاتا ہے) زکوٰۃ میں دینا واجب ہوتا ہے۔ اکتالیس سے انسٹھ تک گایئوں کی زکوٰۃ کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا چالیس سے زائد گایئوں پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟۔ البتہ جب گایئوں کی تعداد ساٹھ ہوجائے تو پھر دو تبیعے واجب ہوتے ہیں۔ اکسٹھ سے انہتر تک اضافی گایئوں پر کچھ بھی واجب نہیں، جب ستر گائے ہوجائیں، تو ایک تبیعہ اور ایک مُسنہ واجب ہوگا۔ اِس کے بعد تیس اور چالیس کے تناسب سے زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی یعنی ہر تیس پر ایک تبیعہ اور ہر چالیس پر ایک مُسِنّہ کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے (50)۔

گایئوں کا نصاب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مقرر فرمادیا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر اور عامل زکوٰۃ بنا کر روانہ فرمایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو ایک تحریری دستاویز دی جس میں دیگر احکام کے علاوہ یہ حکم بھی درج تھا:

((وَفِی کلِّ ثلاثِیْنَ مِنَ البَقَرتَبِیْعٌ اَوْ تَبِیْعَةٌ وَکُلِّ أرْبَعِیْنَ بَقَرةٌ مُسِنَّةٌ))

''کہ ہر تیس گایئوں میں سے ایک سالہ بچھڑا، یا ایک سالہ بچھڑی، اور ہر چالیس گایئوں پر دوسالہ بچھڑی زکوٰۃ کی مد میں واجب ہے'' (51)۔

حضرت عمرؓ گائے کی زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ گائے کی زکوٰۃ، اونٹ کی زکوٰۃ کی طرح ہے۔ محمد بن عبدالرحمٰن نقل کرتے کہ حضرت عمرؓ فرامین میں یہ تحریر موجود تھی کہ گائے پر اِسی طرح زکوٰۃ وصول کی جائے جس طرح اونٹ پر زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے (52)۔

اموالِ تجارت پر زکوٰۃ

حضرت عمرؓ نے تجارتی اموال پر سال گزرنے کے بعد، سال میں ایک دفعہ زکوٰۃ وصول کرنے کے احکامات جاری فرمائے تھے۔ اور آپ کا معمول تھا کہ تاجروں کے تمام اثاثوں سے زکوٰۃ وصول کیا کرتے تھے، تاجروں کے اُس قرض کی رقم سے بھی زکوٰۃ وصول کیا کرتے تھے جس کے ملنے کی توقع ہوتی، چاہے وہ قرض کی رقم جلد وصول

ہونے والی ہوتی یا دیر سے وصول ہونے والی ہوتی۔

ابوبکرعبدالرحمٰن بن عبدالقاریؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن اُرقمؓ کے ساتھ بیت المال کی نگرانی وحساب وکتاب پر مامور تھا،تو میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ تاجروں کے تمام اموال کو جمع کرتے اور تاجروں کے اُس قرض کو جو دوسروں کے ذمہ ہوتا چاہے قرض کی رقم جلدی ملنے کی توقع ہوتی یا دیر سے، اُس کو بھی شمار کرتے تھے،اِس کے بعد ان کے تمام مال کا حساب کرکے زکوٰۃ وصول کیا کرتے تھے(53)۔

ابوعمرو سے مروی ہے کہ میرے والد حماس لیثی چمڑے اور ترکش کا کاروبار کرتے تھے، ایک دن حضرت عمرؓ اُن کے پاس آئے اور فرمایا: حماس! کیا تم اپنے تجارتی مال کی زکوٰۃ ادا کرتے ہو؟ اُنہوں نے عرض کیا میں کس چیز کی زکوٰۃ دوں؟ میں تو صرف یہ ترکش اور چمڑا فروخت کرتا ہوں، حضرت عمرؓ نے فرمایا: اِس کی قیمت لگاؤ اور پھر اس کی زکوٰۃ ادا کرو(54)۔

زکوٰۃ وصول کرتے وقت لوگوں کو تنگ کرنے کی ممانعت

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے زکوٰۃ کی بکریوں کا ایک ریوڑ دیکھا جس میں ایک دودھ دینے والی بکری بھی تھی، حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ بکری کیسی ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ یہ بکری زکوٰۃ کی مد میں وصول کی گئی ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا اِس بکری کے مالک نے یہ بکری خوشی سے نہیں دی ہوگی، پھر عمال زکوٰۃ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا سنو! لوگوں کو تنگ نہ کیا کرو، مسلمانوں کا عمدہ مال زکوٰۃ میں وصول نہ کیا کرو، اور نہ ہی اُن کی روزی چھینا کرو(55)۔

گھوڑوں کی زکوٰۃ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض ایسے علاقے فتح ہوئے جن میں لوگ باقاعدہ گھوڑوں کے پرورش اور ان کی نسل کشی کیا کرتے تھے۔ شام کے لوگوں نے ابوعبیدہ بن الجراحؓ سے کہا کہ ہمارے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ وصول کریں، انہوں نے زکوٰۃ وصول کرنے سے انکار کیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے

گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ کے بارے میں حضرت عمرؓ سے استفسار کیا تو حضرت عمرؓ نے زکوٰۃ وصول کرنے سے منع فرما دیا۔ اس کے بعد لوگوں نے دوبارہ ابوعبیدہؓ سے کہا انہوں نے انکار کیا اور حضرت عمرؓ سے دوبارہ استفتار کیا تو حضرت عمرؓ نے انہیں لکھ بھیجا کہ اگر یہ لوگ زکوٰۃ دینا چاہیں تو ان سے لیکر فقراء مساکین کو دے دینا، لونڈیوں اور غلاموں کی خوراک پر خرچ کرنا(56)۔

حضرت عمرؓ نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ کی وصولی کا فیصلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مشورہ کے بعد ہی کیا تھا۔ شام سے ایک شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ کی نسبت دریافت کیا، حضرت عمرؓ نے جواب دیا: مجھ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو کچھ کیا ہے میں بھی وہی کروں گا۔ اِس کے بعد آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مشورہ لیا۔ ان صحابہ کرام میں حضرت علیؓ بھی شریک تھے حضرت علیؓ نے اس موقعہ پر فرمایا کہ گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ وصول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ پر صحابہ کرام کا اتفاق و اجماع ہو گیا تھا۔

حضرت علیؓ اور دیگر فقہاء صحابہ کرام کی آراء کی روشنی میں حضرت عمرؓ نے اہل شام سے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ کی وصولی کے احکامات جاری فرمائے، کہ گھوڑوں اور غلاموں پر دس درہم سالانہ زکوٰۃ وصول کی جائے۔ اِس کے ساتھ ساتھ گھوڑے کے مالک کے لیے فی گھوڑا دس جریب ماہانہ اور غلام کے مالک کے لیے دس جریب ماہانہ روزینہ بھی مقرر فرمایا(57)۔ حضرت سائب بن یزیدؓ گھوڑوں کی زکوٰۃ وصول کر کے حضرت عمرؓ کے پاس لاتے تھے(58)۔

حضرت عمرؓ گھوڑوں کی پرورش اور پرداخت کا خاص خیال رکھتے تھے کیونکہ وہ میدان جنگ میں کام آتے تھے بصرہ میں نافع نامی ایک شخص جس کی کنیت ابوعبداللہ تھی، گھوڑوں کی پرورش و پرداخت کا کام شروع کرنے والے پہلے شخص تھے۔ حضرت عمرؓ کے پاس مدینہ منورہ حاضر ہو کر درخواست کی کہ بصرہ میں ایک زمین ہے جو خراجی زمینوں میں سے نہیں ہے اگر وہ مجھے عطا کی جائے تو اس سے مسلمانوں کو کوئی نقصان نہ ہوگا۔

بصرہ کے گورنر حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے بھی اس شخص کی سفارش کی۔ حضرت عمرؓ نے اس کی درخواست

منظور کرتے ہوئے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کولکھا کہ وہ زمین اس کو جاگیر میں دے دی جائے(59)۔ساتھ ہی گورنر کے نام ایک ہدایتی مراسلہ لکھا کہ آپ اس کی زراعت اور گھوڑوں کی پرورش اور پرداخت میں اس کو مدد دیں(60)۔

حضرت عمرؓ نے ابوعبیدہؓ بن الجراح کوگھوڑوں کی زکوٰۃ کے بارے میں لکھا: کہ گھوڑوں کے مالکوں کواختیار دو، اگر چاہیں تو ہرگھوڑے سے ایک دینار ادا کریں ورنہ قیمت لگاؤ اور ہر دوسو درہم سے پانچ درہم وصول کرلو(61)۔حضرت سائب بن یزیدؓفرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جب علاء الحضرمیؓ کو بحرین کا گورنر بنا کر بھیجا تو انہیں ہدایت کی کہ ہرگھوڑے سے دو بکریاں یادس درہم زکوٰۃ وصول کرنا(62)۔

زرعی پیداوار کی زکوٰۃ

ایسی زرعی پیداوار پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جسے خشک کر کے ذخیرہ کیا جاسکے، یا نچوڑ کر محفوظ کیا جاسکے اور پیمانوں سے ناپ کر فروخت کیا جاتا ہو۔جیسے گندم، چاول، دالیں، کھجور، کشمش، اور زیتون کا تیل وغیرہ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو یمن کے مختلف علاقوں کا گورنر بنا کرروانہ کیا، تو ان دونوں حضرات کو ہدایات دیں **لاَ تاخُذَا فِی الصَّدَقَةِ إلّامِنْ هذِهِ الأصنَافِ الأربعةِ:الشَّعِيْرُ والحِنطةُ والزبيبُ والتمرُ**(63) کہ چار اجناس یعنی جو، گندم، کشمش اور کھجور کے علاوہ کسی اور جنس سے زکوٰۃ وصول نہ کرنا۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں، طائف کے گورنر سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ نے لکھا کہ ہمارے ہاں باغات میں انگور، خوبانی، اور انار ہیں انار کی پیداوار انگوروں کی بہ نسبت کئی گنا زیادہ ہے، آپ ان اجناس کے عشر (یعنی زرعی زکوٰۃ) کے بارے میں ہدایات دیں۔حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا، کہ مذکورہ اشیاء میں عشر وغیرہ کچھ بھی واجب نہیں کیونکہ یہ سب جھاڑیاں ہیں لہذا ان پر زکوٰۃ نہیں ہے(64)۔حضرت عمرؓ نے انار اور خوبانی وغیرہ پر زکوٰۃ وصول نہ کرنے کا حکم دیا کیونکہ یہ نہ ذخیرہ کی جاسکتی ہیں اور نہ ہی ناپ تول کر بیچی جاتی ہیں۔

زیتون پر زکوٰۃ

زیتون کی پیدوار جب پانچ وسق (520 ،کلوگرام کے برابر وزن) کے برابر ہو اور اُس سے تیل نکالا جائے تو اِس صورت میں زیتون پر عشر وصول کیا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ اپنے دورِ خلافت جب شام کے سفر پر گئے تو جابیہ کے مقام پر آپ کو اطلاع دی گئی کہ زیتون پر عشر کے بارے میں صحابہ کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا زیتون کی پیدوار جب پانچ وسق (520 ،کلوگرام کے برابر وزن) کے برابر ہو اور اُس سے تیل نکالا جائے تو اِس صورت میں زیتون پر عشر وصول کیا جائے (65)۔ رجاء بن اُبی سلمہ کی روایت ہے کہ یزید بن یزید بن جابر سے زیتون کی زکوٰۃ کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عمرؓ نے سفر شام کے دوران زیتون پر عشر عائد کیا تھا (66)۔

سبزیوں کی زکوٰۃ

سبزیوں پر زکوٰۃ نہیں ہوتی کیونکہ یہ نہ ذخیرہ کی جاسکتی ہیں اور نہ ہی ناپ تول کر بیچی جاتی ہیں۔ حضرت معاذ بن جبلؓ جب یمن کے گورنر تھے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھ کر سبزیوں پر زکوٰۃ کے بارے میں دریافت کیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ (67) سبزیوں پر کسی قسم کی زکوٰۃ و عشر واجب نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی عمال کو سبزیوں پر زکوٰۃ وصول نہ کرنے کی ہدایات دے رکھی تھیں (68)

شہد کی زکوٰۃ

حضرت عمرؓ شہد پر زکوٰۃ (یعنی عشر) وصول کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے فِي الْعَسَلِ عُشْرٌ (69) کہ شہد پر عشر واجب ہے۔ طائف کے گورنر سفیان بن عبداللہ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ یہاں کے لوگ چاہتے ہیں کہ شہد کی مکھیوں والی وادیوں کو ان کے لیے محفوظ و مختص کر دیا جائے، حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ شہد کی جنگلی مکھیاں آزاد اور بادل کی طرح ہیں، اللہ تعالیٰ جسے رزق دینا چاہتے ہیں تو اُن کی طرف اِن کو ہانک دیتے ہیں اِن کا کوئی بھی ایک دوسرے سے زیادہ حقدار نہیں ہے، اگر یہ لوگ شہد کی زکوٰۃ دینے کے لیے تیار ہوں، تو اُن کے لیے پہاڑی علاقوں

کو مختص کردو۔ سفیان بن عبداللہ نے جواب دیا یہاں کے لوگ زکوٰۃ دینے کے لیے تیار ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے اُن کو لکھا اُسے ان کے لیے مخصوص و مختص کردو اور اُن سے عشر وصول کرو (70)۔

شہد کی زکوٰۃ کا نصاب

شہد پر اُس وقت زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جب اُس کی مقدار دس فرق (تقریباً دو من) کے وزن کے برابر ہو۔ حضرت عمرؓ نے یمن کے بعض لوگوں کو ایک وادی بطور جاگیر کے عطا کی، جس میں شہد کی مکھیاں بکثرت پائی جاتی تھیں آپ نے اُن کو حکم دیا: فَإِنَّ عَلَيكُمْ فِى كُلِّ عَشَرَةِ أَفْرَاقٍ فَرَقًا (71) یعنی تمہارے اوپر دس افراق شہد پر ایک فرق شہد زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔ حضرت عمرؓ کے نزدیک میدانی علاقوں سے حاصل ہونے والے شہد پر عشر اور پہاڑی علاقوں سے حاصل ہونے والے شہد پر نصف عشر واجب ہے (72)۔

صدقہ وزکوٰۃ کی وصولی میں رعایت

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت 17 ھ کے آخری ایام اور 18 ھ کے آغاز میں عراق، شام اور مصر میں جہاں طاعون کی سخت وبا پھیلی اور اسلام کی بڑی بڑی یادگاریں خاک میں چھپ گئیں وہاں سرزمین عرب کے وسیع علاقہ میں عظیم قحط ظاہر ہوا جسے مؤرخین "عام الرمادہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بعض قبائل عرب میں سے دو تہائی افراد لقمہ اجل بن گئے۔ غلہ کی کمی سے تمام ملک میں بڑی پریشانی پھیلی۔ حضرت عمرؓ نے قحط کو دور کرنے اور لوگوں کی مصیبت کو ہلکا کرنے کی بھرپور کوشش میں حیرت انگیز سرگرمی اور جفاکشی کا مظاہرہ کیا۔

قحط کے زمانہ میں حضرت فاروق اعظمؓ کا طرز عمل

قحط کے زمانہ میں حضرت عمرؓ نے قسم کھائی تھی کہ جب تک لوگ قحط کی مصیبت سے نجات حاصل نہیں کر لیتے وہ نہ گھی چکھیں گے اور نہ گوشت کھائیں گے۔ قحط کی وجہ سے حضرت عمرؓ کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا، لوگوں کے سوال کرنے پر فرمایا کہ ایک عربی آدمی جو گھی اور دودھ کھاتا تھا لوگوں پر قحط کی مصیبت آئی تو اُس نے یہ چیزیں اُس

وقت اپنے اوپر حرام کر لیں جب تک لوگ قحط کی مصیبت سے آزاد ہو کر خوشحال نہ ہو جائیں، اُس نے زیتون کھانا شروع کر دیا تو اس کا رنگ بدل گیا اور بھوکا رہا تو اور زیادہ تغیر رونما ہو گیا۔

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے بدن پر قحط سالی کے زمانہ میں ایک چادر دیکھی جس میں سولہ پیوند تھے۔ وہ فرما رہے تھے کہ اے اللہ اُمت محمّدِ یہ کو میرے ہوتے ہوئے ہلاک نہ کرنا

مملکت اسلامیہ کے مختلف صوبجات کے گورنروں اور عاملوں کو سرکاری احکامات بھیجے گئے کہ اہل مدینہ کے لئے غلہ جہاں تک ممکن ہو روانہ کیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل میں حضرت عمرو بن عاصؓ نے مصر سے غلّہ کے بیس جہاز سمندری راستہ سے روانہ کئے اور ایک ہزار اونٹ خشکی کے راستہ سے بھیجے جو گندم اور دیگر اجناس سے لدے ہوئے تھے اور اس کے ساتھ پانچ ہزار چادریں بھی روانہ کیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے تین ہزار اونٹ آٹے کے اور تین ہزار چادریں دربار خلافت میں روانہ کیں۔ ان کے علاوہ کوفہ کے گورنر نے دو ہزار اونٹ آٹے کے بھیجے۔

حضرت عمرؓ نے ''عام الرمادہ'' میں لوگوں سے زکوٰۃ وصدقات وغیرہ کی وصولی مؤخر فرمادی تھی۔ حضرت یحییٰ بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ''عام الرمادہ'' میں صدقہ وزکوٰۃ کی وصولی مؤخر کردی تھی۔ ''سعایہ'' (زکوٰۃ وصدقہ وصول کرنے والے عاملین) کو زکوٰۃ کے وصولی کے لئے روانہ نہیں فرمایا۔ جب دوسرے سال بارش نازل ہونے کی وجہ سے خشک سالی دور ہوئی تو حضرت عمرؓ نے ''سعایہ'' کو زکوٰۃ وصدقات کی وصولی کے لئے روانہ فرمایا۔ ''سعایہ'' نے دو سال کی زکوٰۃ وصول کی تو حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ ایک سال کی زکوٰۃ وہیں پر تقسیم کردیں اور ایک سال کی زکوٰۃ مدینہ منورہ لے آئیں۔

حوشب بن بشر الفزاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ''عام الرمادہ'' میں قحط نے ہمارا مال کم کردیا، جس کے پاس کثیر مال ومتاع تھا اُس کے پاس صرف اتنا باقی رہ گیا کہ وہ قابل ذکر نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس سال صدقہ وصول کرنے والوں کو نہیں بھیجا۔ قحط سالی کے بعد جب عاملین زکوٰۃ نے دو سال کی زکوٰۃ وصول کی تو آپ نے فرمایا ایک سال کی زکوٰۃ وہیں تقسیم کردو اور ایک سال کی زکوٰۃ مدینہ منورہ لائی جائے۔ قبیلہ بنوفزارہ سے صرف ساٹھ حصے ملے۔ تیس حصے وہیں تقسیم کردئے گئے اور تیس دربار خلافت میں لائے گئے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے عاملین کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے پاس وہیں جائیں جہاں لوگ اپنے جانوروں کے ساتھ چراہ گاہوں وغیرہ میں

موجود ہوں۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے ''عام الرمادہ'' میں زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو بھیجتے وقت یہ تاکید کی تھی کہ قحط کی وجہ سے جس کے پاس ایک بکری اور ایک چرواہا باقی رہ گیا ہو اُسے زکوٰۃ دینا اور جس کے پاس دو بکریاں اور دو چرواہے ہوں اُس کو زکوٰۃ نہ دینا۔ حکم بن صلت فرماتے ہیں کہ میں نے یزید بن شریک الفزاری کو کہتے سُنا کہ میں حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانے میں مویشی چرایا کرتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ صدقہ وصول کرنے کے لئے تمہارے پاس کس کو بھیجا جاتا تھا تو اُنہوں نے کہا کہ مسلمہ بن مخلّد ہمارے امیروں سے صدقہ لیتے تھے اور ہمارے فقیروں کو دیتے تھے(73)۔

زکوٰۃ کے مصارف

اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف یعنی مستحقین زکوٰۃ کے بارے میں یہ بات خود متعین فرمادی ہے کہ صدقات کن لوگوں کو دینی چاہییں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ (74)۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ کے مصارف کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: صدقات کی تقسیم کو اللہ تعالیٰ نے کسی نبی یا غیر نبی کے بھی حوالہ نہیں کیا بلکہ خود ہی اس کے آٹھ مصارف متعین فرمادیئے، اگر تم ان آٹھ میں داخل ہو تو تمہیں دے سکتا ہوں (75)۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ اِن آٹھ مصارف میں سے ہر ایک کو زکوٰۃ دی جائے، بلکہ کسی ایک مصرف کے ایک فرد، ایک خاندان یا چند افراد اور چند خاندانوں کو بھی دی جاسکتی ہے۔ حضرت عمرؓ بعض اوقات آٹھ اصناف میں سے کسی ایک ہی صنف کو زکوٰۃ دے دیا کرتے تھے(76)۔ حضرت عمرؓ کے پاس ایک دفعہ زکوٰۃ لائی گئی، تو آپ نے وہ تمام زکوٰۃ ایک ہی خاندان کو دے دی تھی (77)۔

فقیراور مسکین میں فرق

آیت کریمہ کے ظاہر لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰكِيۡنِ سے معلوم ہوتا ہے کہ فقراء اور مساکین یہ دونوں محتاجوں کی دو علیحدہ علیحدہ قسمیں ہیں۔ چنانچہ مفسرین سے ان کی تفسیر کے بارے میں مختلف اقوال منقول ہیں۔ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ فقیر اور مسکین کے اصلی معنیٰ میں اختلاف ہے۔ چنانچہ ابن جریر طبری نے اٹھارہ اقوال (78) جبکہ امام قرطبیؒ نے فقیر اور مسکین کے معنیٰ کی تعین کے بارے میں حضرات مفسرین کے نو اقوال ذکر کئے ہیں (79)۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ مسکین کی معاشی پوزیشن زیادہ کمزور ہوتی ہے اور فقیر کی بہ نسبت اس پر فقر و تنگدستی کا زیادہ بوجھ ہوتا ہے۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت جابر بن زیدؒ، امام زہریؒ، اور امام مجاہدؒ کی تحقیق یہ ہے کہ فقیر اُسے کہتے ہیں جو خودداری کی بنا پر دست سوال دراز کرنے سے اجتناب کرتا ہو اور مسکین اُسے کہتے ہیں جو اپنی حاجت کی تکمیل کے لئے لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتا ہو (80)۔

1- فقیر

فقیر کے بارے میں حضرت عمرؓ کا موقف یہ تھا کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس اُس کی ضروریات سے زائد چالیس درہم نہ ہوں۔ میمون بن مہران سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت زکوٰۃ لینے کے لیے آئی، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تمہارے پاس ایک اوقیہ چاندی ہے تو تمہارے لیے زکوٰۃ لینا حلال نہیں ہے۔ میمون بن مہران کہتے اُس وقت ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا تھا (81)۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عمال کے نام ایک سرکاری فرمان جاری کیا کہ جس شخص کے پاس سال گزرنے کے بعد ایک بکری اور ایک غلام موجود ہو اُس کو زکوٰۃ دو اور جس شخص کے پاس سال گزارنے کے بعد دو بکریاں اور دو غلام موجود ہوں تو اُسے زکوٰۃ نہ دی جائے (82)۔

2- مسکین

مسکین کے بارے میں حضرت عمرؓ کا موقف یہ تھا کہ مسکین وہ شخص ہے جس کے جائز و ضروری اخراجات اُس کی آمدنی سے زائد ہوں، حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے مسکین وہ نہیں جس کے پاس کوئی مال نہ ہو بلکہ مسکین وہ ہے جس کی آمدنی کم اور اخراجات زیادہ ہوں (83)۔

3- عاملین زکوٰۃ

جو افراد زکوٰۃ کی وصولی، تقسیم، حفاظت، اور حساب کتاب وغیرہ کی خدمات پر مامور ہوں وہ زکوٰۃ کے اموال سے اُجرت لینے کے حقدار ہیں، قطع نظر اس کے کہ وہ امیر ہوں یا مالدار، وہ زکوٰۃ کی مد سے اپنی خدمات کا معاوضہ لینے کا استحقاق رکھتے ہیں۔اور ان سب پر عاملین کا اطلاق ہوتا ہے(84) ۔عبداللہ بن السعدی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے زکوٰۃ کی وصولی پر عامل مقرر کیا، جب میں زکوٰۃ کے اموال وصول کر کے واپس آیا اور جمع شدہ زکوٰۃ حضرت عمرؓ کے حوالہ کر دی، تو آپ نے میری اُجرت دینے کا حکم جاری فرمایا، تو میں نے عرض کیا کہ یہ خدمات میں نے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انجام دیں ہیں، میں اس کے اجر و ثواب کا اللہ تعالیٰ سے امیدوار ہوں۔تو حضرت عمرؓ نے فرمایا جو کچھ میں دے رہا ہوں اِسے بھی لے لو۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے گیا تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اِس کام کی اُجرت دینے لگے تو میں نے بھی رسول اللہ کو وہی جواب دیا تھا جو تم نے مجھے دیا ہے، اِس پر رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا تھا: إِذَا أُعْطِيْتَ شَيْأً مِنْ غَيْرِ أَنْ تَسْأَلَ فَكُلْ فَتَصَدَّق (85) یعنی اگر تمہیں بغیر مانگے کچھ دے دیا جائے تو وہ لے لو، خود بھی کھاؤ اور صدقہ بھی دو۔

عاملین زکوٰۃ (زکوٰۃ وصول کرنے والے کارکنان) کو کتنا معاوضہ دیا جائے اِس بارے میں فقہاء کی مختلف آراء ہیں۔بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ عاملین جو زکوٰۃ جمع کر کے لائیں اُس میں سے اُن کو آٹھواں حصہ دیا جائے گا اور بعض کی رائے یہ ہے عمال کو آٹھواں حصہ نہیں دیا جائے گا بلکہ اُن کی محنت کے مطابق زکوٰۃ کے اموال سے اُجرت دی جائے گی۔ابن زیدؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ اور بعد کے خلفاء، عاملین زکوٰۃ کو جمع شدہ زکوٰۃ کا آٹھواں نہیں دیا کرتے تھے، بلکہ عمال کی اجرت اُن کی محنت کے مطابق مقرر کر دیتے تھے(86)۔

کسی کافر کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی، اِس لیے حضرت عمرؓ نے کافروں کو محاسب اور عامل زکوٰۃ مقرر کرنے سے منع فرما دیا تھا، تاکہ زکوٰۃ کی رقم ان کو نہ دینی پڑے۔حضرت عمرؓ کے علم میں جب یہ بات آئی کہ حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ نے غیر مسلم کاتب زکوٰۃ مقرر کیا تو آپ نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا(87)۔

4- مؤلفۃ القلوب

حضرت عمرؓ کا موقف یہ تھا کہ مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ کی مد میں اُس وقت دیا جاتا تھا جب مسلمان کمزور تھے، اُن کے شر سے بچنے اور اُن کو اسلام کی طرف راغب کرنے اور مسلمانوں سے مانوس کرنے کی غرض سے اُن کو زکوٰۃ دی جاتی تھی۔ اب جبکہ مسلمان طاقتور ہو چکے ہیں انہیں عزت حاصل ہو چکی ہے اور ان کی تعداد میں بھی بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے، تو کسی غیر مسلم کی تالیف قلب کے لیے زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے(88)۔ ایک دفعہ ایک مشرک حضرت عمرؓ کے پاس مالی تعاون کے لیے آیا تو آپؓ نے اُسے مال نہیں دیا اور فرمایا: مَنْ شاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شاءَ فَلْيَكْفُرْ(89)، اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے۔ بنجر زمین کی الاٹمنٹ کے بارے میں ایک تحریری معاہدہ جس کی توثیق حضرت اُبوبکر صدیقؓ نے کردی تھی، حضرت عمرؓ نے یہ کہہ کر ختم کرا دیا تھا کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم جب تم دونوں حضرات کی دلجوئی اور تالیف قلب کرتے تھے اُس وقت اسلام کمزور تھا، تم دونوں اب جاؤ محنت اور کوشش سے کماؤ(90)۔

5- فی سبیل اللہ

جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے جہاد پر جانا چاہے اور اُس کے پاس وسائل نہ ہوں تو زکوٰۃ کے اموال میں سے اُس کی مدد کی جاسکتی ہے(91)۔ اگر کوئی آدمی اسلام دشمنوں کے ساتھ جہاد کی تیاری کے لیے زکوٰۃ کی مد میں کچھ رقم وصول کرلے اور پھر جہاد پر نہ جائے، تو اُس کے لیے ضروری ہے کہ زکوٰۃ کی رقم واپس بیت المال میں جمع کرادے۔ عمرو بن اُبی قرۃ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک سرکاری مراسلہ بھیجا، جس میں لکھا تھا، کہ ہمارے پاس ایسی اطلاعات آئیں ہیں کہ بعض لوگ جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کے لیے زکوٰۃ کے اموال میں سے کچھ لے لیتے ہیں اور پھر جہاد پر نہیں جاتے، آئندہ جو بھی شخص ایسا کرے گا، اُس نے جو کچھ لیا ہوگا وہ ہم واپس لے لیں گے(92)۔

نفلی صدقات

صدقہ یعنی کسی ضرورت مند کو بغیر کسی معاوضے کے محض حصول ثواب اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کسی چیز کا مالک بنا دینا۔ حضرت عمرؓ صدقات وخیرات کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے: صدقہ کا اجروثواب قیامت کے لیے ذخیرہ ہے(93)۔

ہنگامی حالات اور نفلی صدقات

ہنگامی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے حکومت کی جانب سے زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقات کو لازم قرار دیا جاسکتا ہے(94)اِس بارے میں حضرت عمر کی رائے یہ تھی کہ خلیفہ وقت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ بوقت ضرورت مالدار لوگوں پر زکوٰۃ کے علاوہ کچھ صدقات لازمی قرار دیدے تا کہ فقراء ومساکین اور مستحقین کی ضروریات کو پورا کیا جاسکے، اِس طرزِعمل سے معاشرہ سے فقروفاقہ کو ختم کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔حضرت عمرؓ نے ایک موقعہ پر فرمایا:

((لَوِاسْتَقْبَلْتُ مِنْ أمری مَا اسْتَدْبَرْتُ،لَاخَذْتُ فُضُولَ اَمْوَالِ الْأَغْنِيَاءِ فَقَسَمْتُهَا عَلى فُقَرَاء الْمُهَاجِرِيْنَ))(95)

''اگر مجھے موقعہ ملا اور جو صورتحال پہلے پیش آچکی ہے یہی صورتحال دوبارہ پیش آئی،تو میں مالداروں سے اُن کے زائد اموال لے کر اُنہی کے فقراء ومساکین میں لوٹا دوں گا''

حضرت عمرؓ کے موقف کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا:((قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أَنَّ فِي الْمَال حَقًا سِوَى الزَّكَاةِ(96)مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی کچھ حقوق ہیں۔

زکوٰۃ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا

ایک شہر سے دوسرے شہر زکوٰۃ منتقل کرنے کے بارے میں علامہ ابوعبید قاسم بن سلام لکھتے ہیں کہ ہمارے

فقہاء کا اِس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ ایک علاقے میں اگر مستحقین زکوٰۃ ہوں تو اُس علاقے کی زکوٰۃ دوسرے علاقوں کی طرف منتقل کرنا مکروہ ہے(97)۔ البتہ اگر کسی دوسرے علاقے میں ضرورت شدیدہ ہو تو اموال زکوٰۃ اُس شہر میں لے جانے کی اجازت ہے۔ اِس بارے میں حضرت عمرؓ کا موقف یہ تھا کہ زکوٰۃ جس شہر یا علاقے سے وصول کی جائے اُسی شہر یا علاقے کے مستحقین زکوٰۃ میں تقسیم کردی جائے، وصول شدہ اموال زکوٰۃ دوسرے علاقے میں نہ لے جائے جائیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا: میں اپنے بعد میں آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ اَعراب کے ساتھ حُسن سلوک کرے، یہی اصلی عرب اور اسلام کی بنیاد ہیں۔ لہٰذا اُن کے اضافی مال لے کر اُنہی کے فقراء کو لوٹا دینا(98)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجتے وقت زکوٰۃ کے اموال سے متعلق ہدایات دیتے ہوئے فرمایا:

> ((فَقُلْ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَيكُمْ صدَقَةً فى أمْوالِكُم، تُوخَذُ مِنْ أغْنِيَائِكُمْ ويُعادُ بِهَا اِلىٰ فُقَرآئِكُمْ))(99)
>
> ''پھر اُن سے کہنا! اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہارے اموال میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو تمہارے مالداروں سے وصول کر کے تمہارے ہی فقراء کو دے دی جائے گی''۔

صحیح بخاری میں ہے:

> ((فَإنْ اَطاعُوا لكَ بذلك فأخْبِرْهُمَاِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَيْهِم صَدَقَةً ، تُوخَذُ مِنْ أغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ علىٰ فُقَرآئِهِمْ))(100)۔
>
> ''پھر اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو اُنہیں یہ بتانا! اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو اُن کے مالداروں سے وصول کر کے انہی کے فقراء کو دے دی جائے گی''۔

یزید بن شریک الفزاری سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے مسلمہ بن مخلّد انصاری کو ہمارے علاقے میں زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل مقرر کیا جو ہمارے علاقے کے مالدار لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے ہمارے علاقے کے فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا کرتے تھے(101)۔

زکوٰۃ کی منتقلی پر حضرت عمرؓ کا اظہار ناراضگی

دورِ فاروقی میں حضرت معاذ بن جبلؓ نے یمن سے زکوٰۃ وصول کر کے مدینہ منورہ بھیجی تو حضرت عمرؓ نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا میں نے تمہیں نہ جزیہ وصول کرنے پر مامور کیا نہ ہی ٹیکس وصول کرنے کے لیے بھیجا، میں نے تو تمہیں اس لیے بھیجا ہے کہ وہاں کے مالداروں سے زکوٰۃ وصول کر کے اُسی علاقے کے فقراء ومساکین کو لوٹا دو۔ حضرت معاذؓ نے جواب دیا میں نے آپ کو زکوٰۃ کا وہ اضافی مال بھیجا ہے، جس کو لینے والا یہاں کوئی بھی نہ تھا۔ دوسرے سال حضرت معاذؓ نے یمن سے جمع شدہ زکوٰۃ کا نصف حصہ دربار خلافت میں بھیجا تب بھی حضرت عمرؓ نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے وہی سابقہ گفتگو کی۔ پھر تیسرے سال حضرت معاذؓ نے جتنی بھی زکوٰۃ وصول کی تھی تمام مال حضرت عمرؓ کے ہاں بھیج دیا۔ حضرت عمرؓ کے استفسار پر حضرت معاذؓ نے جواب دیا مجھے یہاں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جس کو میں زکوٰۃ کا یہ مال دیتا اس لیے اِس دفعہ میں نے زکوٰۃ کا تمام مال دربار خلافت کو بھیج دیا (102)۔

ایک دفعہ ایک عورت نے حضرت عمرؓ کے ہاں یہ شکایت کی کہ میں ایک مسکین عورت ہوں اور میرے بچے بھی ہیں جن کی کفالت میرے ذمہ ہے، زکوٰۃ تقسیم کرنے والے عامل نے مجھے کچھ بھی نہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے اس عورت کے لئے ایک اونٹ منگوایا اس پر آٹا اور گھی لاد کر اُس عورت کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا یہ لے لو، ہم خیبر جارہے ہیں وہاں ہم سے ملنا وہ عورت خیبر میں حضرت عمرؓ سے ملی تو آپ نے اسے مزید دو اونٹ دیئے اور فرمایا یہ لے لو جب تک محمد بن مسلمہ دوبارہ تمہارے پاس نہیں آتا اس وقت تک تمہارے گزارے کے لئے کافی ہوں گے میں نے اُسے حکم دے دیا ہے کہ وہ اس سال اور پچھلے سال کی زکوٰۃ کا حصہ تمہیں دیدے گا (103)۔

اِس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اِس عورت کو مدینہ منورہ میں موجود زکوٰۃ سے ادائیگی کا حکم نہیں دیا، بلکہ آپ نے محمد بن مسلمہ کو حکم دیا کہ جو زکوٰۃ اِس عورت کے شہر سے وصول ہو، اُس میں اِس عورت کا حق دیا جائے۔ اِس عورت کو جو آٹا، زیتون کا تیل اور دو اونٹ دیے گئے تھے وہ زکوٰۃ کی مد سے نہیں دیے گئے تھے، بلکہ مال فئے میں سے تھے۔

مرہ الھمدانی سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے، میں انہی لوگوں کو زکوٰۃ لوٹاتا رہا ہوں گا یہاں

تک َ لہ اِن میں سے ہر آدمی کے پاس سو اونٹنیاں یا سو اونٹ ہو جائیں (104)۔ عہد رسالت میں ایک شخص کے پاس دیت ادا کرنے کے لیے مال نہیں تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے اموال میں سے سو اونٹ بطور دیت ادا کرنے کا حکم دیا تھا (105)۔

حیلہ اسقاط زکوٰۃ

پوری زکوٰۃ ساقط کرنے یا زکوٰۃ کے کسی حصے کو ساقط کرنے کے لیے کسی قسم کا کوئی حیلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے زکوٰۃ سے بچنے کے لیے یکجا مال کو علیحدہ نہ کیا جائے اور جو مال علیحدہ ہو اُسے اکٹھا نہ کیا جائے (106)۔ امام مالکؒ، حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کر کے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ تین آدمیوں کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہوں تو ہر شخص پر ایک ایک بکری واجب ہوگی، جب اُن کو یہ خبر ملے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا آ رہا ہے تو یہ حیلہ کریں کہ تینوں مل کر اپنی بکریوں کو یکجا کر لیں تو اِس طرح زکوٰۃ کے طور پر اُن کو ایک بکری دینا پڑے گی، اس حیلہ سے وہ دو بکریاں بچا لیں گے۔ اِسی طرح اگر دو شریکوں کے پاس سو سو بکریاں ہوں، تو دو سو بکریوں پر تین بکریاں زکوٰۃ دینی پڑتی ہیں، اب اگر یہ دونوں شریک زکوٰۃ وصول کنندہ کی خبر سن کر اپنی بکریاں الگ الگ کر لیں تو دونوں کو ایک ایک بکری دینی پڑے گی۔ اس طرح کے حیلہ سے وہ ایک بکری بچا سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اِس طرح کی حیلہ بازی کو سخت ناپسند کرتے ہوئے منع کر دیا تھا (107)۔

مستحقین زکوٰۃ کی دادرسی

زکوٰۃ کا صرف یہ مقصد نہیں ہے کہ وقتی طور پر ضرورتمندوں کو امداد بہم پہنچا کر غربت کے مسئلے سے نمٹا جائے بلکہ اصل ہدف یہ ہے کہ ملکیت میں توسیع ہو، ملکیت کے حامل افراد کی تعداد زیادہ ہو اور تنگدست محتاجوں کی ایک بڑی تعداد ایسے مالداروں میں تبدیل ہوتی چلی جائے جو اپنی ضرورتوں کے بقدر ملکیت کے حامل ہوں (108)۔

زکوٰۃ کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ فقیر و تنگدست کو اتنا مال دیا جائے کہ وہ ضرورت کے شکنجے سے نکل کر دائمی

کفایت کے دائرے میں داخل ہوجائے، یعنی اُس کو اس قدر مل جائے کہ وہ مالدار بھی ہوجائے اور اس کی ضرورت بھی پوری ہوجائے۔تجارت سے وابستہ افراد کو سامان تجارت اور اُس کے لوازمات فراہم کردیئے جائیں، کاشتکار کو زمین اور اُس سے متعلقہ ضریات دے دی جائیں، اسی طرح دستکار کو اُس کی دستکاری کا سامان دے دیا جائے۔ضرورت مند کی ضرورت کو مدنظر رکھ کر زکوٰۃ دی جائے جس سے ضرورت کی مند ضرورت پوری ہوجائے چاہے کثیر تعداد میں ہی مال کیوں نہ دینا پڑے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرورت مند کو اتنی رقم دو جس سے اُس کی ضرورت پوری ہوجائے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مستحقین کو نصاب زکوٰۃ کے مساوی زکوٰۃ دینا جائز ہے،جبکہ فقہائے مالکیہ کی ایک رائے یہ بھی ہے مستحقین کو اتنی زکوٰۃ دی جائے جس سے اُن کے ایک سال کی بنیادی ضروریات پوری ہوسکیں (109)

حضرت عمرؓ کا طرز عمل

حضرت عمرؓ مستحقین زکوٰۃ کو ان کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اموال زکوٰۃ میں سے اتنی زکوٰۃ دیا کرتے تھے جس سے ان کی معاشی کفالت ہوجاتی ،اور انہیں مزید کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔حضرت عمرؓ کے اس طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ مستحقین کی اتنی مالی معاونت کی جائے جس سے نہ صرف ان کی غربت کا خاتمہ ممکن ہو بلکہ اُن سے یہ بھی امید کی جاسکتی ہے کہ آئندہ سالوں میں وہ زکوٰۃ لینے کے بجائے زکوٰۃ دینے والے بن جائیں۔تاکہ غربت کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ دینے والوں کی تعداد میں اضامہ بھی ممکن ہے۔دور فاروقی میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ زکوٰۃ کی منصفانہ تقسیم کی وجہ سے چند سالوں کے بعد بعض علاقوں میں مستحقین زکوٰۃ میں سے کوئی ایک فرد بھی باقی نہ تھا جسے زکوٰۃ دیجاتی۔اُس علاقہ کی جمع شدہ تمام زکوٰۃ دربار خلافت کو بھیج دی جاتی (110)

ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک ضرورت مند حاضر ہوا تو آپ نے اُسے زکوٰۃ کی مد میں سے تین اونٹ دیے (111)۔جب کہ ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت عمرؓ صدقات وزکوٰۃ وصول کرنے والے عُمال کو حکم دیا کرتے تھے کہ حاجتمندوں کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے زکوٰۃ دیا کرو اگرچہ کسی ضرورت مند کو زکوٰۃ کی مد

میں سے سو اونٹ بھی کیوں نہ دینے پڑیں(112)۔

حضرت عمرؓ کے پاس جب زکوٰۃ کے جانور لائے جاتے تو ان میں دیکھتے دودھ دینے والے جانور کون سے ہیں، پھر وہ جانور ایسے مستحق گھرانہ کو دیتے، جن سے وہ اپنی ضروریات پوری کر سکیں، اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ ایک گھرانے والوں کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے دس دودھ دینے والی اونٹنیاں بھی دے دیا کرتے تھے(113)۔

حضرت عمرؓ کے اِس عمل سے یہی ثابت ہوتا ہے آپؓ کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ غربت کا خاتمہ ہو اور مستحقین کواُن کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے زکوٰۃ دی جائے۔ اور حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے **اِذَا اَعْطَيْتُمْ فَاغْنُوا** یعنی جب بھی کسی کو زکوٰۃ دو تو اُسے غنی کر دیا کرو(114)۔

غیر مسلموں کی نگہداشت و کفالت

اسلامی مملکت کے ایسے غیر مسلم جو نادار و معذور ہوتے، اور محنت مشقت کے قابل نہ ہوتے تھے اور اُن کا کوئی پرسان حال بھی نہ ہوتا، تو فاروق اعظمؓ اس طرح کے ذمیوں کی کفالت بیت المال کے علاوہ زکوٰۃ کے اموال سے کر دیا کرتے تھے۔ فاروق اعظمؓ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد **اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ** میں اہل کتاب کے معذور لوگ بھی داخل ہیں(115)۔ مخصوص حالات میں حضرت عمرؓ غیر مسلموں کی زکوٰۃ سے مدد کیا کرتے تھے۔ جبکہ عام حالات میں غیر مسلموں کو زکوٰۃ دینے کے بارے میں حضرت عمرؓ کا موقف بالکل واضح تھا کہ کسی غیر مسلم کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے کافروں کو محاسب اور عامل زکوٰۃ مقرر کرنے سے منع فرما دیا تھا، تاکہ زکوٰۃ کی رقم ان کو نہ دینی پڑے۔ ایک دفعہ ایک مشرک حضرت عمرؓ کے پاس مالی تعاون کے لیے آیا تو آپؓ نے اُسے مال نہیں دیا اور فرمایا: **مَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ**، اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے(116)۔ علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ تمام فقہاء، مفسرین و محدثین کے نزدیک کسی غیر مسلم کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی(117)۔

اربابِ اقتدار اور زکوٰۃ

حضرت عمرؓ ارباب اقتدار کے بارے میں حضرت عمرؓ کا موقف یہ تھا کہ اُن کے لیے زکوٰۃ کے اموال کو استعمال کرنا ناجائز وحرام ہے۔لہذا حکام کوزکوٰۃ کا مال استعمال کرنے سے ہر حال میں گریز کرنا چاہیے۔ارباب اقتدار کے لیے حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل ایک بہترین نمونہ ہے۔ابن اَبی ربیعہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن زکوٰۃ وصول کر کے آرہا تھا جب میں ''حرۃ'' کے مقام پر پہنچا تو حضرت عمرؓ بھی وہاں تشریف لے آئے۔میں نے کھجوریں،دودھ اور مکھن وغیرہ دسترخوان پر رکھا سب لوگوں نے کھانا شروع کر دیا،جبکہ حضرت عمرؓ ایک طرف بیٹھے رہے،اور کھانے میں ہمارے ساتھ شریک نہ ہوئے،تو میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وسلامتی اور تندرستی عطاء فرمائے،ہم زکوٰۃ کے جانوروں دودھ پیتے ہیں اور زکوٰۃ کے اموال میں سے حسب ضرورت استعمال کرتے ہیں۔حضرت عمرؓ نے جواب دیا اے ابن اَبی ربیعہ! میں تمہاری طرح نہیں ہوں،تم تو زکوٰۃ اکٹھی کرنے پر مامور ہو اور زکوٰۃ کے جانوروں کی دیکھ بھال کرتے ہو(118)۔(یعنی تمہارے لیے تو زکوٰۃ کے اموال میں حسب ضرورت استعمال کرنے کی گنجائش ہے جبکہ میرے لیے کوئی گنجائش نہیں)۔

حضرت عمرؓ کے اس طرزِ عمل سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عمال کے لیے تو زکوٰۃ کے اموال میں حسب ضرورت استعمال کرنے کی گنجائش ہے جبکہ خلیفہ اور دیگر ارباب حکومت کے لیے زکوٰۃ کے اموال کا استعمال کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو دودھ پیش کیا گیا آپ نے جب دودھ پیا تو اُس کا ذائقہ بہت اچھا لگا،تو آپ نے دودھ پلانے والے سے پوچھا یہ دودھ کہاں سے لائے ہو؟ اُس نے جواب دیا،کہ میں پانی کے ایک چشمہ پر گیا جہاں زکوٰۃ کے جانور موجود تھے اور لوگ اُن کا دودھ پی رہے تھے،اُن لوگوں نے مجھے بھی دودھ نکال کر دے دیا ،جسے میں نے اپنے مشکیزے میں محفوظ کر لیا تھا اور اُسی میں سے میں نے آپ کو یہ دودھ پیش کیا،حضرت عمرؓ نے یہ سنتے ہی فوراً اُنگلی حلق میں ڈالی اور قے کر ڈالی(119)۔

حضرت عمرؓ کا نظام زکوٰۃ اور غربت کا خاتمہ

عہد فاروقیؓ کے نظام زکوٰۃ کے مختصر جائزہ کے بعد یہ بات روزِ روشن کی عیاں ہوجاتی ہے کہ اگر مسلم معاشرہ، ادارۂ زکوٰۃ جیسے سماجی اور معاشی اہم ادارہ کی تعمیر نو کا مشترک مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے، تو قرآنی احکامات جو ابدی و ازلی استحکام کی ضمانت ہیں اور قابل اعتماد احادیث سے مہیا کئے گئے تاریخی حقائق وشواہد اور حضرت عمرؓ کے عادلانہ ومنصفانہ نظام زکوٰۃ سے استفادہ کئے بغیر ممکن نہیں ہے۔ زکوٰۃ کی منصفانہ وصولی اور تقسیم کار کی بنیاد پر مسلم معاشرہ سے حقیقی معنوں میں غربت کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ کا بنیادی مقصد اسلامی معاشرتی نظام میں احتیاج وافلاس کو کنٹرول کرنا اور اسے جڑ سے ختم کرنا ہے۔

عہد فاروقیؓ کے نظام زکوٰۃ کے مختصر تعارف کے بعد درج ذیل اہم نکات سامنے آتے ہیں:

1- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے بہت سی مالی وملکی، سیاسی وانتظامی، معاشرتی وتمدنی اصلاحات تجویز فرمائیں، جنہیں اوّلیات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کار کو باقاعدہ منظّم طریقہ سے رواج دیا اور اُس کے حساب و کتاب کے لئے دفاتر اور اُن میں کام کرنے والے دیانت دار افراد کا تقرر عمل میں لایا گیا۔

2- حضرت عمرؓ نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ کی وصولی کا فیصلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مشورہ کے بعد ہی کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے زکوٰۃ وصول کرنے والے عُمّال کو تفصیلی ہدایات اور احکامات جاری کیے تھے جس سے اموال ظاہرہ اور باطنہ کی زکوٰۃ کی وصولی وغیرہ سے متعلق رہنمائی ملتی ہے۔

3- حضرت عمرؓ تاجروں کے تمام اثاثوں سے سال گزرنے کے بعد، سال میں ایک دفعہ زکوٰۃ وصول کرنے کے احکامات جاری فرمائے تھے۔

4- حضرت عمرؓ عمال زکوٰۃ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے سنو! لوگوں کو تنگ نہ کیا کرو، مسلمانوں کا عمدہ مال زکوٰۃ میں وصول نہ کیا کرو، اور نہ ہی اُن کی روزی چھینا کرو۔

5- حضرت عمرؓ نے ''عام الرمادہ'' میں لوگوں سے زکوٰۃ وصدقات وغیرہ کی وصولی مؤخر فرمادی تھی

6- حضرت عمرؓ کا موقف یہ تھا کہ ہنگامی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے حکومت کی جانب سے زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقات کو لازم قرار دیا جاسکتا ہے۔

7- ایک شہر سے دوسرے شہر زکوٰۃ منتقل کرنے کے بارے میں حضرت عمرؓ کا موقف یہ تھا کہ زکوٰۃ جس شہر یا علاقے سے وصول کی جائے اُسی شہر یا علاقے کے مستحقین زکوٰۃ میں تقسیم کردی جائے، وصول شدہ اموال زکوٰۃ دوسرے علاقے میں نہ لے جائے جائیں۔

8- حضرت عمرؓ پوری زکوٰۃ ساقط کرنے یا زکوٰۃ کے کسی حصے کو ساقط کرنے کے لیے کسی قسم کے حیلہ کو ناجائز قرار دیتے تھے۔

9- حضرت عمرؓ یتیموں کے اموال کی نگرانی وحفاظت کا اہتمام کیا کرتے تھے تاکہ اُن کے اموال محفوظ رہیں اور یتیموں کے اموال کو تجارت میں لگانے کا حکم دیا کرتے تھے، جس سے اُن کے اموال میں اضافہ ہوتا رہتا، زکوٰۃ اور دیگر اخراجات کی وجہ سے اموال میں کمی نہ ہوتی۔

10- حضرت عمرؓ تنگدست محتاجوں کو ان کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اموال زکوٰۃ میں سے اتنی زکوٰۃ دیا کرتے تھے جس سے ان کی معاشی کفالت ہوجاتی، بعض اوقات ایک خاندان کو سوسو اونٹ بھی دے دیا کرتے تھے۔

11- دور فاروقی میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ زکوٰۃ کی منصفانہ تقسیم کی وجہ سے چند سالوں کے بعد بعض علاقوں میں زکوٰۃ وصول کرنے والا کوئی ایک فرد بھی باقی نہ تھا۔ اُس علاقہ کی جمع شدہ تمام زکوٰۃ دربار خلافت کو بھیج دی جاتی۔

12- اسلامی مملکت کے ایسے غیر مسلم جو نادار ومعذور ہوتے، اور محنت مشقت کے قابل نہ ہوتے تھے اور اُن کا کوئی پرسان حال نہ ہوتا، تو فاروق اعظمؓ اس طرح کے ذمیوں کی کفالت بیت المال کے علاوہ زکوٰۃ کے اموال سے کردیا کرتے تھے۔

13- حضرت عمرؓ ارباب اقتدار کے بارے میں حضرت عمرؓ کا موقف یہ تھا کہ اُن کے لیے زکوٰۃ کے اموال کو استعمال کرنا ناجائز وحرام ہے۔

مصادرومراجع

(1) البقرة:177۔

(2) البقرة: 43، 83، 110، 177، 277، النساء: 77، 162، المآئدة:12، 55، الأعراف: 156، التوبة: 5، 11، 18، 71، الكهف: 81، مريم: 13، 31، 55، الأنبياء: 73، الحج: 41، 74، المؤمنون: 4، النور: 37 ، 56 ، النمل: 3، الروم: 39، لقمان: 4، الأحزاب: 33، فصلت: 7، المجادلة: 13، المزمل: 20، البينة: 5.

(3) المعارج: 24-25۔

(4) السجستانی، اَبوداؤدسلیمان بن اَشعث، (م:275ھ) سنن ابی داؤد ، کتاب الزکوٰۃ، 2:12، رقم: 1577، دار الکتاب العربی، بیروت۔

ii-نسائی ،اَبوعبدالرحمٰن اَحمد بن شعیب، (م: 303ھ) سُنن النّسائی ، کتاب الزکاۃ ،باب عقوبۃ مانع الزکاۃ، 5:17، رقم: 2401، 2406، دارالمعرفہ، بیروت، 1420ھ۔

(5) i- صنعانی ، حافظ ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام، (م: 211ھ) مصنف عبد الرزاق، 4: 44، المکتب الاسلامی بیروت ، 1982ء

ii- قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، (م: 182ھ) کتاب الخراج، ص: 80، دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر ، بیروت

(6) فیروز آبادی، مجدالدین محمد بن یعقوب (م: 817ھ)، القاموس المحیط، 2:1695، دار احیاء التراث العربی بیروت، 1997ء۔

(7) شمس الدین ابوعبد اللہ محمد بن مفلح حنبلی، (763ھ) کتاب الفروع فی الفقہ الحنبلی، 2: 216، عالم الکتاب، بیروت، 1995ء۔

(8) فیروزآبادی، مجدالدین محمد بن یعقوب (م: 817ھ)، القاموس المحیط، 2:1695۔

(9) ابن قُدامہ ،موفّق ابوعبداللہ احمد بن محمد، المُغنی، 4:5، ھجر للطباعۃ والنشر والتوزیع، قاہرہ، 1987ء۔

ii-ابن رشد، قاضی ابوالولید القرطبی الاندلسی، بدایۃُ المجتہد و نہایۃُ المقتَصِد، 3:56، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت، لبنان، 1996ء۔

(10) الکہف: 19۔

(11) التوبۃ: 103۔

(12) سید سابق، فقه السنه، 327:1، دار الکتاب العربی، بیروت۔

(13) المیدانی، عبد الغنی بن طالب غنیمی، دمشقی، حنفی، (م:1274ھ) اللباب فی شرح الکتاب، 136:1، المکتبہ العلمیہ، بیروت، 1993ء۔

ii- ابن نُجیم، زین الدین بن ابراہیم بن محمد، (م:970ھ) البحر الرائق، 352:2، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

iii- عالمگیر، اورنگزیب بن شاہجہان (م:1118ھ)، الفتاویٰ العالمگیریۃ، 70:1، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، 1983ء۔

iv- تھانوی، محمد علی، موسوعۃ کشّاف اصطلاحات الفنون والعلوم، 907:1، مکتبہ لبنان ناشرون، 1996ء۔

(14) ابن کثیر، ابو الفداء حافظ اسماعیل بن کثیر دمشقی (م:774ھ)، تفسیر القرآن العظیم، ص: 1391، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، 1998ء۔

(15) المزمل: 20

(16) شوکانی، قاضی محمد بن علیؒ (م:1250ھ)، نیل الاوطار من احادیث خیر الاخیار، 170:4، دار الجیل بیروت، 1973ء۔

(17) طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، (م:310ھ) تفسیر الطبری، المسمیٰ جامع البیان فی تاویل القرآن، 295:12، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1992ء۔

(18) شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن مفلح (763ھ)، کتاب الفروع، 216:2، عالم الکتاب، بیروت، 1995ء۔

(19) عسقلانی، الحافظ احمد بن علی بن حجر (م:852ھ): فتح الباری شرح صحیح البخاری، 3:339-340، دار الکتب العلمیّۃ، بیروت 1989ء۔

ii- الزرقانی، محمد بن عبد الباقی (م: 1122ھ)، شرح الزرقانی علیٰ موطا الامام مالکؒ، 2: 128-129، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1990ء۔

(20) قاری، علی بن سلطان محمد (م:1014ھ) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، 4: 258، المکتبۃ الحبیبیۃ، کوئٹہ، سن ندارد۔

ii- عثمانی، ظفر احمد بن لطیف احمد، اعلاء السنن، 3:9، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، 1994ء۔

(21) ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن محمد الحضرمی (م:808ھ)، تاریخ ابن خلدون، 2: جز دوم: ص: 17، مؤسسۃ جمال للطباعۃ والنشر، بیروت، 1979ء۔

(22) الآلوسی، ابو الفضل شہاب الدین السید محمود البغدادی (م:1270ھ)، روح المعانی، فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، 126:15، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1994ء۔

(23) نعمانی، شبلی، سیرۃ النبی، 327:1، دار الاشاعت، کراچی، 1985ء۔

(24) طبری، ابوجعفر محمد بن جریر (م:310ھ) تاریخ الرسل والملوک، 193:4، دار المعارف، مصر، 1997ء۔

(25) السیوطی، عبدالرحمٰن بن الکمال أبوبکر (م:911ھ)، تاریخ الخلفاء، ص:110، مطبعۃ السعادۃ، مصر، 1952ء

(26) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع الصحیح سنن الترمذی، باب مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی، 617:5، حدیث نمبر:3682، دار إحیاء التراث العربی، بیروت۔

(27) السجستانی، أبوداؤد سلیمان بن الأشعث (م:275ھ): سنن أبی داؤد، کتاب الخراج، باب فی تدوین العطاء، 100:3، حدیث نمبر:2964۔

(28) بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب لیس علی المسلم فی فرسہ صدقۃ، 532:2، نمبر:1394، دار ابن کثیر، بیروت، 1987ء۔

(29) شبلی نعمانی، الفاروق، ص:330 مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی۔

(30) سعدی ابوحبیب، القاموس الفقہی، ص:353، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی۔

ii- ابنِ منظور، ابو الفضل جمالُ الدین محمد بن مکرم (م:711ھ)، افریقی مصری، لسان العرب، 758:1، دار صاد، بیروت۔

(31) علامہ محمد قطب الدین (م:1289ھ)، مظاہر حق، 176:2، دار الاشاعت کراچی، 1983ء۔

(32) الماوردی، ابوالحسن علی بن حمد، (م:450ھ) الحاوی الکبیر فی فقہ مذہب الإمام الشافعی، کتاب الصدقات، 471:8، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1994ء

(33) ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبدالواحد، (م:861ھ) فتح القدیر، کتاب الزکوۃ، 1:487-488، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔

(34) جصاص، ابوبکر احمد بن علی رازی، حنفی (م:370ھ)، احکام القرآن، 156:3، سہیل اکیڈمی، لاہور۔

ii- کاسانی، ابوبکر علاء الدین بن مسعود حنفی (م:587ھ)، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، فصل واما بیان من لہ المطالبہ باداء الواجب فی السوائم والاموال الظاہرۃ، 100:2، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1986ء۔

(35) مالک بن انسؒ، (م:179ھ) الموطا، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ الماشیۃ، 255:1، حدیث نمبر:596، دار إحیاء التراث العربی، قاہرہ، 1993ء۔

ii- الشافعی، محمد بن ادریس، (م:204ھ) مسند الشافعی، 97:1، حدیث نمبر:445، دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

iii- ابوعبید قاسم بن سلام، (م:224ھ) کتاب الاموال، ص:509، حدیث نمبر:1107، دار الشروق، بیروت۔

iv- ابوشیبہ، حافظ عبداللہ بن محمد، (م:224ھ) مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما قالوا فی الدنانیر ما یؤخذ منها فی الزکاۃ، 191:4، حدیث نمبر:9961-9956، 248:4، حدیث نمبر 10250، مکتب الرشد،

الریاض،1409ھ۔

v- بیہقی،أحمد بن الحسین،السنن الکبری للبیہقی،(م:458ھ)کتاب الزکاۃ،بابُ نصاب الذھب، 232:4،حدیث نمبر:7534،دارالکتب العلمیۃ،بیروت،2003ء۔

(36) بیہقی،أحمد بن الحسین،السنن الکبری للبیہقی،(م:458ھ)کتاب الزکاۃ،بابُ من قال فی الحلی زکاۃٌ ،4 :234،حدیث نمبر:43-7544،دارالکتب العلمیۃ،بیروت،2003ء۔

ii-ابوشیبہ، حافظ عبداللہ بن محمد، (م:224ھ) مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی الحلی،248:4، حدیث نمبر: 10251،مکتب الرشد،الریاض،1409ھ۔

(37) ابوشیبہ، حافظ عبداللہ بن محمد، (م:224ھ) مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما قالوا فی ما زاد علی المائتین 4: 189-190،حدیث نمبر:9951-9956۔

(38) صنعانی، ابوبکر عبدالرزاق(م:211ھ)،مصنف عبدالرزاق، باب صدقۃ العین،88:4،رقم:7074۔المکتب الاسلامی بیروت،1972ء۔

(39) ابوشیبہ،حافظ عبداللہ بن محمد،(م:224ھ)مصنف ابن ابی شیبہ،باب فیما تجب فیہ الزکاۃِ من الدراھم والدنانیر 168:4،حدیث نمبر:9932۔

(40) ایضا،باب ما قالوا: فی ما زاد علی المائتین لیس فیہ شیٌ حتی یبلغ اربعین درھماً ،190:4۔

(41) ابوعبید قاسم بن سلام،(م:224ھ)کتاب الاموال،ص:523،حدیث نمبر:1167۔

(42) حافظ علی بن عُمر ،سُنن الدارقطنی(385ھ)، باب لیس فی العوامل صدقۃ، ،492:2-493،حدیث نمبر:1938 -1941،دارالکتب العلمیّۃ،بیروت،1996ء۔

(43) مالک بن انسؒ،(م:179ھ)المؤطا، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقۃ الماشیۃ ، 257:1، حدیث نمبر :599،دار إحیاء التراث العربی،قاہرہ،1993ء۔

(44) بیہقی،أحمد بن الحسین ،السنن الکبری للبیہقی،(م:458ھ)کتاب الزکاۃ،بابُ کیفَ فرضُ الصدقۃِ ،87:4،حدیث نمبر:5701،مکتبہ دارالباز،مکۃ المکرمۃ،1994ء۔

ii-الموصولی،أحمد بن علی،مسند أبی یعلی(م:307ھ)، 114:1،حدیث نمبر:125،دارالمامون للتراث ، دمشق،1984ء۔

(45) النیسابوری، أبوعبداللہ محمد بن عبداللہ،(م:403ھ)الحاکم ،المستدرک علی الصحیحین، 549:1،حدیث نمبر:1443،دارالکتب العلمیۃ،بیروت،1990ء۔

(46) صنعانی، ابوبکر عبدالرزاق، مصنف عبدالرزاق، باب مایُعَدُّ و کیف تُؤخَذُ الصَّدَقةُ، 13:4، حدیث نمبر: 6812۔

(47) ایضًا، باب الصدقات، 8:4، حدیث نمبر: 6798۔

(48) ایضًا، باب مایُعَدُّ و کیف تُؤخَذُ الصَّدَقةُ، 13:4، حدیث نمبر: 6813۔

(49) مالک بن انسؒ، (م: 179ھ) المؤطا، باب ما جاء فیما یُعتدُّ به مِن السَّخلِ، 265:1، حدیث نمبر: 601۔

(50) کاسانی، ابوبکر علاء الدین بن مسعود حنفی (م: 587ھ)، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، فصل واَمّا نصاب البقر، 28:2، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1986ء۔

(51) بیہقی، اَبوبکر اَحمد بن الحسین، السنن الکبری للبیہقی، (م: 458ھ) کتاب الجزیة، بابُ کم الجزیةُ، 194:9، حدیث نمبر: 19141، مجلس دار النظامیہ حیدر آباد، دکن، 1344ھ۔

(52) ابن حزم، اَبومحمد علی بن اَحمد بن سعید (م: 456ھ) المحلی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ البقر، 2:6، نمبر: 663، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، بشارع الأزہر، مصر، 1352ھ۔

(53) ابو شیبہ، حافظ عبداللہ بن محمد، (م: 224ھ) مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما قَالُوا فی العطاء اذا اُخِذَ، 298:4، حدیث نمبر: 10559۔

(54) ایضًا، باب ما قَالُوا فی المتاع یکون عند الرجل یحول علیه الحول، 297:4، حدیث نمبر: 10549۔

ii- صنعانی، ابوبکر عبدالرزاق (م: 211ھ)، مصنف عبدالرزاق، باب الزکاۃ من العروض، 96:4۔

(55) مالک بن انسؒ، (م: 179ھ) المؤطا، کتاب الزکوٰۃ، باب النهی عن التَضییِق علی الناس فی الصدقة، 267:1۔

ii- قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، (م: 182ھ) کتاب الخراج، ص: 83۔

iii- بیہقی، اَحمد بن الحسین، السنن الکبری للبیہقی، (م: 458ھ) کتاب الزکاۃ، بابُ ترک التعدّی علی الناسِ فی الصدقةِ 158:4، حدیث نمبر: 7449، مکتبہ دار الباز، مکۃ المکرّمۃ، 1994ء۔

(56) ابوعبید قاسم بن سلام، (م: 224ھ) کتاب الاموال، ص: 418، نمبر: 1364-1366، دار الفکر، بیروت، 1981ء۔

ii- حمید بن زنجویۃ، (م: 251ھ) کتاب الاموال، 1023:3، مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیۃ، ریاض، 1986ء۔

(57) صنعانی، حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام، مصنف عبدالرزاق، 35:4۔

ii- جصاص، ابوبکر احمد بن علی رازی، حنفی (م: 370ھ)، احکام القرآن، 153:3-154۔

iii- زرقانی، محمد بن عبدالباقی، مصری، ازہری، مالکی (م: 1122ھ)، شرح الزرقانی علی موطا لامام مالک، 184:2، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1990ء۔

iv- شوکانی، قاضی محمد بن علیؒ(م:1250ھ)، نیل الاوطار من اَحادیث خیر الاخیار، 196:4، دارالجیل بیروت،1973ء۔

v- -ابوشیبہ، حافظ عبداللہ بن محمد، (م:224ھ) مصنف ابن ابی شیبہ، باب ماقالوا فی زکاۃ الخیل، 244:4-246، حدیث نمبر:10277-10234، مکتب الرشد، الریاض، 1409ھ۔

(58) ابن عبدالبر، اَبوعمر یوسف بن عبداللہ القرطبی(م:463ھ)، التمهید لِما فی المؤطا من المعانی والأسانید، 217:4، وزارۃ عموم الأوقاف والشؤون الإسلامیۃ، المغرب، 1367ھ۔

ii- صنعانی، حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام، (م:211ھ) مصنف عبدالرزاق، 4:35-36۔

(59) ابوعبید قاسم بن سلام، (م:224ھ) کتاب الاموال، کتاب الاموال، 77 نمبر 687۔

(60) بلاذری، احمد بن یحیٰی بن جابر بغدادی(م:279ھ)، کتاب الفتوح البلدان، ص:452، الموسوعات بشارع الخلق، قاہرہ، 1901ء۔

(61) کاسانی، ابوبکر علاء الدین بن مسعود حنفی(م:587ھ)، بد ائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 44:2، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، 1400ھ۔

ii- زحیلی، الدکتور وھبۃ، الفقه الاسلامی واَدِلَّتُهٗ، 847:2، المکتبۃ الحقانیۃ، پشاور، سن ندارد۔

(62) کاسانی، ابوبکر علاء الدین بن مسعود حنفی(م:587ھ)، بد ائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 44:2۔

(63) بیہقی، اَحمد بن الحسین، السنن الکبری للبیهقی، (م:458ھ) کتاب الزکاۃ، بابُ لاَ تُؤخذ صدقةُ شیئٍ مِنَ الشجر غیرِ النخل والعنبِ الصدقةِ، 4: 210، حدیث نمبر: 7451-7453، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 2002ء

(64) بیہقی، اَحمد بن الحسین، السنن الکبری للبیهقی، (م:458ھ) کتاب الزکاۃ، بابُ لاَ تُؤخذ صدقةُ شیئٍ مِنَ الشجر غیرِ النخل والعنبِ الصدقةِ، 210:4، حدیث نمبر:7454۔

(65) ایضا، کتاب الزکاۃ، بابُ ما ورد فی الزیتون، 211:4، حدیث نمبر:7456۔

(66) ابوشیبہ، حافظ عبداللہ بن محمد، مصنف ابن ابی شیبہ، (م:224ھ) باب فی الزیتون فیه زکاةٌ ام لا، 228:4، حدیث نمبر:10137، مکتب الرشد، الریاض، 1409ھ۔

(67) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ(م:279ھ)، الجامع الصحیح سنن الترمذی، باب الزکاۃ الخضروات، 30:2، حدیث نمبر:638، دار إحیاء التراث العربی، بیروت۔

(68) بیہقی، اَحمد بن الحسین، السنن الکبری للبیهقی، (م:458ھ) کتاب الزکاۃ، بابُ الصدقة فیما یزرع

الآدميون وَ یُدَّخَرُ وَیُقَاتُ،1291:4،حدیث نمبر:7732،مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ،حیدرآباد،دکن،1344ھ۔

(69) ابو شیبہ، حافظ عبد اللہ بن محمد ،(م:224ھ) مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی العَسلِ ،4: 229،حدیث نمبر:10141،مکتب الرشد،الریاض،1409ھ۔

(70) صنعانی،حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام،(م:211ھ) مصنف عبدالرزاق،باب صدقۃ العسل،62:4۔

(71) صنعانی،حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام،(م:211ھ) مصنف عبدالرزاق،باب صدقۃ العسل،63:4۔

ii- ابن حزم،أبومحمد علی بن أحمد بن سعید(م:456ھ) المحلی،کتاب الزکاۃ،باب حکم زکاۃ العسل 5:230-231، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ،بشارع الأزہر،مصر،1352ھ۔

(72) ابوعبید قاسم بن سلام،(م:224ھ) کتاب الاموال،ص:599،حدیث نمبر:1492۔

ii- ابن حزم،أبومحمد علی بن أحمد بن سعید(م:456ھ) المحلی،کتاب الزکاۃ،باب حکم زکاۃ العسل:5:231،ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ،بشارع الأزہر،مصر،1352ھ۔

(73) بصری،ابوعبداللہ محمد بن سعد،(م:230ھ) الطبقات الکبریٰ،3:300،الناشر مکتبۃ الخانجی،قاہرہ،2001ء۔

ii- ابوعبید القاسم بن سلام(م:224ھ)،کتاب الاموال،ص:708-709،نمبر:1921۔

iii- ابن أبی شیبۃ،أبوبکر عبداللہ بن محمد،(م:235ھ) المصنف لابن أبی شیبۃ،، باب ما قالوا فی الزکاۃ قدر ما یعطی منہا،4:292،مکتبۃ الرشد ناشرون،الریاض،2004ء۔

(74) التوبہ:60

(75) حافظ علی بن عُمر،سُنَنُ الدارقطنی،(385ھ) باب الحث علیٰ إخراج الصدقۃ وبیان قسمتہا،1:119۔

ii- سجستانی،الحافظ ابی داوٗد سلیمان بن الاشعث (275ھ)،سنن ابی داوٗد،1:480،رقم:1630۔

iii- قرطبی،ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری(م:671ھ)،الجامع لاحکام القرآن،8:107۔

(76) ابن أبی شیبۃ،أبوبکر عبداللہ بن محمد،(م:235ھ) المصنف لابن أبی شیبۃ،، باب ما قالوا فی الرجل اذا وضع الصدقۃ فی صنف واحد،4:296،حدیث نمبر:10541 مکتبۃ الرشد ناشرون،الریاض،2004ء۔

(77) قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم،(م:182ھ) کتاب الخراج،ص:81۔

(78) طبری،ابوجعفر محمد بن جری(م:310ھ) تفسیر الطبری،المسمیٰ جامع البیان فی تاویل القرآن،4:395-397۔

(79) قرطبی،ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری(م:671ھ)،الجامع لاحکام القرآن،8:107-108۔

(80) جصاص،ابوبکر احمد بن علی رازی،حنفی،احکام القرآن،3:122۔

(81) ابن حزم،أبومحمد علی بن أحمد بن سعید(م:456ھ) المحلی،کتاب الزکاۃ،قسم الصدقات،6:153،نمبر:663،ادارۃ الطباعۃ

المنیریۃ، بشارع الأزہر، مصر، 1352ھ۔
(82) صنعانی، ابوبکر عبدالرزاق، (م:211ھ) مصنف عبدالرزاق، باب کم کنز؟ ولمن زکاۃ؟، 110:4۔
(83) طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، (م:310ھ) تفسیر الطبری، 513:11۔
ii- الماوردی، ابوالحسن علی بن حمد، (م:450) الحاوی الکبیر فی فقہ مذہب الإمام الشافعی، کتاب الصدقات، 489:8، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1994ء۔
iii- الماوردی، ابوالحسن علی بن حمد، (م:450) النکت والعیون، السورۃ التوبۃ، 374:2، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1994ء۔
iv- کاسانی، ابو بکر علاء الدین بن مسعود حنفی (م: 587ھ)، بد ائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 125:4، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1986ء۔
(84) ابن قدامہ، مؤفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد، (620ھ) المغنی، 108:4، دارعالم الکتب، الریاض، 1997ء۔
(85) قشیری، ابوالحسین، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، (م:261ھ) باب إباحۃ الأخذ لمن أعطی بغیر مسئلۃٍ ولاَإشرَافٍ، 98:3، حدیث نمبر:2455، دارالجیل بیروت۔
ii- النیسابوری، أبوبکر محمد بن اسحٰق بن خزیمہ، (311ھ) صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الزکاۃ، 66:4، حدیث نمبر:2364، المکتب الإسلامی، بیروت، 1970ء۔
iii- البستی، محمد بن حبان، السجستانی، (م:345ھ) صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، 197:8، حدیث نمبر :3405 مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1993ء
(86) طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، (م:310ھ) تفسیر الطبری، 518:11۔
(87) بیہقی، أحمد بن الحسین، السنن الکبری للبیھقی، (م:458ھ) کتاب آداب القاضی، باب لاینبغی للقاضی ولا للوالی أن یتخذ کاتبًا ذمیًا، 216:10، حدیث نمبر:20409، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 2002ء۔
(88) القرطبی، أبوعبداللہ محمد بن أحمد الأنصاری، (م:671ھ) الجامع لأحکام القرآن (تفسیر القرطبی) 265:10۔
(89) ابن قدامہ، ابومحمد عبداللہ بن احمد، (620ھ) المغنی، کتاب الودیعۃ، فصل ومسئلۃ فی المؤلفۃ قلوبھم، 341:7۔
(90) بیہقی، أحمد بن الحسین، السنن الکبری للبیھقی، (م:458ھ) کتاب الزکاۃ، بابُ سقوط المؤلفۃ قلوبھم وترک إعطائھم، 20:7، حدیث نمبر:12968، مکتبہ دارالباز، مکۃ المکرمۃ، 1994ء۔
(91) طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، (م:310ھ) تفسیر الطبری، 527:11۔
(92) بیہقی، أحمد بن الحسین، السنن الکبری للبیھقی، (م:458ھ) کتاب قسم الصدقات، بابُ سھم سبیل،

35:7،حدیث نمبر:31201،مکتبہ دارالکتب العلمیۃ،2003ء۔
(93) صنعانی،ابوبکرعبدالرزاق،(م:211ھ) مصنف عبدالرزاق،کتاب الصدقۃ،118:9،حدیث نمبر:16575۔
(94) ابن حزم،اُبومحمد علی بن اُحمد بن سعید(م:456ھ)المحلی،کتاب الزکاۃ،باب فرض علی الأغنیاء من اُہل کل بلدان ان یقوموا بفقرائہم،158:6،نمبر:725،ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ،بشارع الأزہر،مصر،1352ھ۔
(95) طبری،ابوجعفرمحمد بن جریر(م:310ھ) تاریخ الرسل والملوک،226:4،دارالکتب العلمیۃ،بیروت،1407ھ۔
(96) ترمذی،ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ(م:279ھ)،الجامع الصحیح سنن الترمذی،کتاب الزکاۃ، باب أن فی المال حقًا سوی الزکاۃ، 48:3 ،حدیث نمبر:660،دار إحیاء التراث العربی،بیروت۔
(97) ابوعبید قاسم بن سلام،(م:224ھ) کتاب الاموال،ص:706،حدیث نمبر:1912۔
(98) ایضاً،ص:704،حدیث نمبر:1909۔
(99) حمید بن زنجویہ،(م:251ھ) کتاب الاموال باب الأمر من تفریق الصدقات،1191:3،حدیث نمبر:2238۔
(100) بخاری،ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل،(م:256ھ)صحیح البخاری ، کتاب الزکوٰۃ ، باب أخذ الصدقۃ مِن الأغنیاء وتردُّ فی الفقراء حیث کانوا،544:2،حدیث نمبر:1425 دارابن کثیر،بیروت،1987ء۔
(101) حمید بن زنجویہ،(م:251ھ) کتاب الاموال باب الأمر من تفریق الصدقات،1192:3،حدیث نمبر:2241۔
(102) ابوعبید قاسم بن سلام،(م:224ھ) کتاب الاموال،ص:706،حدیث نمبر:1913۔
(103) ایضاً ص:708-709،نمبر:1921۔
(104) ابوشیبہ،حافظ عبداللہ بن محمد،(م:224ھ) مصنف ابن ابی شیبہ،باب ما قالوا فی ما زاد علی المائتین لیس فیہ شئ،422:2،حدیث نمبر:10645،مکتب الرشد،الریاض،1409ھ۔
ii-حمید بن زنجویہ،(م:251ھ) کتاب الاموال باب الأمر من تفریق الصدقات،1193:3،حدیث نمبر:2243۔
(105) السجستانی،اُبوداوٗد سلیمان بن اُلأشعث(م:275ھ) سنن أبی داؤد، کتاب الخراج،باب فی تدوین العطاء، 482:1،حدیث نمبر:1638،دارالکتاب العربی،بیروت،1996ء
(106) مالک بن انسؒ،(م:179ھ)المؤطا،کتاب الزکوٰۃ،باب الصدقۃ الماشیۃ،257:1،حدیث نمبر:599۔
(107) مالک بن انسؒ،(م:179ھ)المؤطا،کتاب الزکوٰۃ،بابُ صَدَقَۃِ الْخُلَطَاء،372:2،حدیث نمبر:907،مؤسسۃ زاید بن سلطان آل نہیان،دبی،2004ء۔
(108) الزحیلی،الدکتور وھبۃ:الفقہ الاسلامی واَدِلَّتُہٗ،876:2۔
(109) ابن رشد،محمد بن احمد،القرطبی،بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد،،1982ء،1:277-278،دارالمعرفہ بیروت۔

(110) ابوعبید قاسم بن سلام،(م:224ھ) کتاب الاموال،ص:706،حدیث نمبر:1913۔

(111) ایضاً،ص:671،نمبر:1777۔

(112) ایضاً،ص:672،نمبر:1779-1780۔

(113) ابن أبی شیبۃ،أبوبکر عبداللہ بن محمد،(م:235ھ)المصنف لابن أبی شیبۃ،،باب ما قالوا فی الزکاۃ قدر ما یعطی منہا،292:4۔

(114) کاسانی،ابوبکر علاء الدین بن مسعود حنفی(م:587ھ)،بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،50:2۔

(115) ابوعبید القاسم بن سلام(م:224ھ) کتاب الاموال،باب اجتباء الجزیۃ والخراج،ص:121-122،نمبر:119۔

ii- علامہ حمید بن زنجویہ(م:251ھ)،کتاب الأموال،باب فرض الجزیۃ ومبلغہا،162:1-163۔

iii الرازی،عبد الرحمٰن بن محمد بن إدریس إبن أبی حاتم(م:327ھ)،تفسیر القرآن العظیم، 1817:6، رقم:10350،مکتبۃ نزار مصطفٰی الباز،مکۃ المکرّمۃ،1997ء۔

iv- سعید بن منصور،(م:227ھ)سنن سعید بن منصور،258:5-259،دار الصمیعی،الریاض،1993ء۔

v- ابن أبی شیبۃ،أبوبکر عبداللہ بن محمد،(م:235ھ)المصنف لابن أبی شیبۃ،،باب ما قالوا فی الصدقۃ یعطی منہا أہل الذمۃ،289:4۔

vi- السیوطی،جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن الکمال ابوبکر،(م:911ھ)الدر المنثور فی التفسیر بالماثور،410:7-411

vii- دہلوی،شاہ ولی اللہ،(1176ھ) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء،108:2-109،قدیمی کتب خانہ،کراچی، سن ندارد۔

(116) ابن قدامہ،مؤفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد،(620ھ)المغنی،فصل ومسئلۃ فی المؤلفۃ قلوبہم،341:7۔

(117) السیوطی،جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن الکمال ابوبکر،(م:911ھ)الدر المنثور فی التفسیر بالماثور،،7: 410-411،مرکز ہجر للبحوث والدراسات العربیۃ والإسلامیۃ،قاہرہ،2003ء۔

(118) بیہقی،أبوبکر أحمد بن الحسین،السنن الکبری للبیہقی،(م:458ھ)باب الخلیفۃ ووالی الإقلیم العظیم، 14:7،حدیث نمبر:13543،مجلس دار النظامیہ حیدرآباد،دکن،،1344ھ۔

(119) مالک بن انسؒ،(م:179ھ)المؤطا،باب ما جاء فی أخذ الصدقات والتشدید فیہا،269:1،حدیث نمبر:606۔

ii- بیہقی،أحمد بن الحسین،السنن الکبری للبیہقی،(م:458ھ)کتاب قسم الصدقات،باب الخلیفۃ ووالی الإقلیم العظیم،،22:7،حدیث نمبر:13164،دار الکتب العلمیۃ،بیروت،1994ء۔

یہودی ریاست اور تعلیمات تالمود کا ایک تنقیدی جائزہ

* ڈاکٹر ابرار محی الدین مرزا

اسرائیل کی تل ابیب یونیورسٹی میں کیمسٹری کے ایک پروفیسر اسرائیل شاہق (Isreal Shahak) تھے جنہوں نے کچھ عرصہ اسرائیلی ملٹری میں بھی قومی خدمات سرانجام دیں نسلی طور پر یہودی ہیں اس لئے اسرائیلی سوسائٹی، یہودی کلچر اور اسرائیلی فکر کے بارے میں ان سے زیادہ واقف کون ہوسکتا ہے آپ عربوں کے بارے میں اسرائیلی پالیسیوں کی حمایت نہیں کرتے۔ آپ اپنی کتاب:

"The jewish History, Jewish Religion",

"The Weight of Three Thousand Year" میں آپ نے کھل کر اسرائیلی پالیسیوں پر تنقید کی ہے۔ یہ کتاب چھ (6) ابواب پر مشتمل ہے۔ ابتدائی ابواب میں وہ اسرائیلی حکومت کے ہاتھوں عربوں پر ہونے والے مظالم کی تفصیلات بیان کرتے ہیں۔ کتاب کے پانچویں باب کا عنوان "The Law & Against Non-Jews" ہے۔ جس میں وہ یہودیوں کی نظر میں غیر یہودیوں کی حیثیت اور حقیقت بیان کرتے ہیں اس باب کو پڑھ کر فلسطینیوں پر اسرائیل کے مظالم کی وجوہات سمجھ آ جاتی ہیں ان کے مطابق یہودی مذہبی طور پر غیر یہودیوں پر ہمہ قسم کے مظالم کرنے کے لئے آزاد ہیں اس سلسلے میں ہم اس باب سے دو (2) حوالے بیان کرتے ہیں۔

1- شاہق بیان کرتے ہیں کہ اگر یہودی کسی دوسرے یہودی کا قتل کر دے تو اسرائیلی قانون کے مطابق یہ تین (3) بڑے گناہوں شرک، زنا اور قتل میں سے ایک ہے اور قانون کے مطابق جرم ہے۔ لیکن جب مقتول غیر یہودی ہو تو پھر اس کا حکم اور ہے۔ براہِ راست کسی غیر یہودی کا قتل جرم نہیں ہے صرف گناہ ہے اور بالواسطہ غیر یہودی کا قتل گناہ بھی نہیں ہے۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔

When the victim is a Gentile, The position is quite different. A Jew who murders a Gentile is guilty only of a sin against the law of Heaven, not punishable by a court. To cause indirectly the death of a Gentile is no sin at all (1).

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ یہودی مذہبی روایات کے تحت حالتِ جنگ میں ہر غیر یہودی کا قتل ہونا چاہیے اس سلسلے میں یہودی علماء (ربیوں) کی ایک جماعت نے ایک پمفلٹ بھی لکھا تھا، جو مغربی کنارے کی اسرائیلی فوج میں تقسیم کیا گیا جس میں یہ کہا گیا تھا:

When our forces come a cross civilians during a war or in hot parsuit or in a raid, so long as there is no certainty that those civilians are capable in of hamring our forces then according to Halakh may and even be killed... .... under no circumstances should an Arab be trusted even he makes an impression of being civilized........in war when our forces storm the enemy, they are allowed and even enjoined by the Halakah to kill even good civilian(2).

-2 اس سلسلے میں ایک یہودی سپاہی نے اسرائیل کے ایک ربی سے بذریعہ خط غیر یہودی کے قتل کے بارے میں پوچھا تو ربی (Sbipn) نے اس کا تفصیلی جواب لکھا جس کے چند مندرجات درجہ ذیل ہیں:

(i) اگر کوئی یہودی غیر یہودی کو قتل کرتے تو وہ قاتل تو تصور ہوگا لیکن کوئی عدالت اس پر مقدمہ نہیں چلا سکتی۔

If a Jew murders a Gentile he is regarded as a murderer and except for the fact no court has the right to punish him (3).